

تہم لعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
رحمۃ اللہ علیہ
احوال و آثار باقیات متعلقات

مترتب
نور الحسن راشد کاندھلوی



مکتبہ نور

محله مولویان کاندھلہ، مظفرنگر، یوپی

روداد چندہ بلقان کی دینی، ملی، تاریخی اہمیت پس منظر، افادیت اور بعد کے عہد پر اس کے اثرات

از: نور الحسن راشد کاندھلوی

آئندہ صفحات میں جس کتابچہ یاروداد کی نقل پیش کی جا رہی ہے وہ ہماری دینی، ملی تاریخ خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حزب دلی الہی اور اس کے غیور و باحمیت زندگی کی ایک اہم، قابل ذکر، قابل فخر، مگر گم شدہ ورق کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مختصر کتابچہ ہماری اس گم گشتہ تاریخ کا ایک قابل ذکر حصہ ہے جس پر علمائے اسلام ہمارے اسلاف کی غیرت و حمیت اور دینی قربانیوں کے لازوال نشان ثبت ہیں:

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اس کتابچہ میں علمائے اسلام اور علامۃ المسلمین کی حمیت دین، غیرت ملی جذبہ جہاد اور عمل کی ایک داستان اور دفتر پوشیدہ ہے کہ جب کبھی عالم اسلام پر کوئی سانحہ رونما ہوتا تھا ہمارے بزرگ کس طرح تڑپ جاتے تھے اور مظلوم ستم رسیدہ مسلمانوں کی مدد کے لئے کس عزم و حوصلہ بلند جذبات کے ساتھ آگے بڑھتے تھے اور اس موقع پر مسلمانوں کو امداد و تعاون کی ترغیب دینے کے لئے کیسی جدوجہد اور کوشش فرمایا کرتے تھے۔ یہ کوشش صرف زبانی جمع خرچ ہیارتہ

مجلہ صحیفۃ نور، کاندھلہ

فراہم کرنے چندہ بھجوانے تک محدود نہیں تھی، بلکہ چاہتے تھے کہ خود موقع پر میدان جنگ میں جا کر اس جماعت اور قافلہ جہاد میں شریک ہوں، قافلہ ایمان کو اپنے لہو سے سیراب کریں اور جن اسلام کو اپنی جان دے کر شاداب فرمائیں۔

یہ مختصر کتابچہ اس عہد کا ایک گم شدہ نشان ہے جب ہم اسلام کے آفاقی تصور سے شرہار تھے ملت کے قدم سے قدم ملا کر چلنا سعادت سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ:

ابر و باقی تیری ملت کی جمعیت سے تھی

جب یہ جمعیت گئی، دنیا میں تو رسوا ہوا

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اس کتابچہ میں سب سے پہلے روس کی ترکی پرورش اور اس کے نقصانات کا مختصر ذکر کیا گیا ہے کہ کس قدر مسلمان شہید ہو گئے کس قدر عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے اور کس قدر مسلمان شہید ہو چکے ہیں پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت حرمین شریفین کی حفاظت و حرمت خلیفۃ المسلمین کی وجہ سے محفوظ ہے اگر خدا نہ کرے، خلیفۃ المسلمین اور عالمی نظام نظام خلافت کو کچھ صدمہ پہنچا تو اس کے اثرات حرمین شریفین تک تلخ کر سکتے ہیں اور اگر اللہ نہ کرے ان مقدس مقامات کی حرمت کسی بھی طرح متاثر ہوئی تو خود مسلمانوں کی کیا حقیقت باقی رہ جائے گی اس لئے خلیفۃ المسلمین کی اعانت و حمایت بنیادی اسلامی ضرورت اور گویا فرض عین ہے اگر یہ نظام یہ حکومت نہ رہی تو پورے عالم اسلام کا نظام متاثر ہوگا (بد قسمتی سے ان حضرات کا یہ خیال بعد کے دور میں صحیح ثابت ہوا)

اس لئے دینی غیرت کو جگایا گیا اور پوری ملت کو آواز دی گئی ہے کہ اٹھو، غازیان اسلام کے قدم سے قدم ملا کر چلو، اگر اس کا موقع نہیں تو ان کی بھرپور مالی مدد کرو اور یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اس وقت مدرسہ کی خدمت مسجدوں کی تعمیر اور تمام دینی کام ثانوی حیثیت رکھتے ہیں یہ کام اگر وقتی طور پر رک جائیں گے، یا اس کی تعمیر و ترقی میں کچھ کمی ہو جاتی ہے تو اس سے کچھ بڑا نقصان متوقع نہیں، یہ ادارے اور مسجدیں بعد میں بھی تعمیر ہو سکتی ہیں، لیکن اگر ملت پر کوئی حرف آیا اور خدا نہ

کرے حریم شریفین کی حرمت پامال ہوئی تو اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ یہ بہت اور غیر معمولی ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے، یہی اس کتابچہ کی اصل روح اور دعوت ہے۔ زیر تعارف کتابچہ یاروداد کی تفصیل یہ ہے کہ:

یہ روداد یا کتابچہ ۱۱۱۱/۱۱۱۱ سانسز کے بارہ صفحات پر مشتمل ہے پہلے پانچ صفحات میں ترکی روس کی جنگ کے عالمی ملی نقصان کا ذکر کیا گیا ہے، اور ترکی کی مدد پر توجہ دلائی ہے۔ ص ۵، ۶ موصولہ رقموں کا جو بمبئی کے ترکی قونصل خانہ کو بھیجی گئی، حساب درج ہے۔ اس کے بعد ترکہ حکومت کے اس وقت کے قونصل حسین حبیب عثمان آفندی کے خطوط یار قومات کی سات رسید درج ہیں، جس میں پانچ ارباب مدرسہ دیوبند کے نام ہیں، اور ایک ایک امداد علی خاں اور جیور خان صاحب سہارنپور کے نام ہے، اس کے بعد اردو میں یہ اطلاع ہے کہ خلیفہ المسلمین کے دفتر خاص سے بھی رقم کی رسیدیں آئی ہیں، مگر وہ سب ترکی میں ہیں، اس لئے یہاں شامل نہیں کی گئیں۔ اس تین سطر پر مختصر اطلاع کے بعد، وزیراعظم ترکی ابراہیم ادہم کا شکریہ کا فارسی میں مفصل خط ہے، جس کا علمائے کرام نے بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ مرصع جواب لکھا تھا، مگر تمام رسیدیں اور جملہ خطوط فارسی میں ہیں، ترجمہ درج نہیں۔ حسابات میں بھی رقم درج ہے، جس کے جاننے پڑھنے والے اب کم ہی رہ گئے ہیں، اس لئے راقم سطور نے اس کو ہندسوں میں لکھ دیا ہے، رسیدوں اور خطوط کا اردو میں ترجمہ کر دیا ہے۔ اصل روداد کی تحریر اور کتابت ایسی ہے کہ پڑھنے میں دشواری ہو سکتی ہے، اس لئے اس کو علیحدہ سے کمپوزر کراکر بھی شامل کر دیا ہے، نیز اصل اشاعت میں کہیں کوئی عنوان درج نہیں تھا، عنوانات کا بھی اضافہ کیا اور احتیاط کے طور پر اصل نسخہ کا عکس بھی شامل کر دیا ہے، تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔ اسکے بعد حضرت مولانا کا ایک خط اور فتویٰ ضمیمہ کے طور پر شامل ہے۔

حضرت مولانا نے ترکی کی حمایت کا فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر مطالعہ و استدلال کی روشنی میں کیا تھا، اور اس سلسلہ میں زیر تعارف کتابچہ کے علاوہ کم سے کم دو تحریریں اور مرتب فرمائی تھیں، ان میں سے پہلی تحریر (جس کا حضرت مولانا نے اپنے ایک خط میں ذکر کیا ہے) راقم سطور کو نہیں ملی، دوسری تحریر حافظ احمد سعید، مراد آباد کے نام خط اور مفصل فتویٰ تھا، یہ خط اور فتویٰ چھپا ہے اور اس

کے پرانے قلمی نسخے بھی موجود ہیں، یہ فتویٰ اور خط ایک پرانی تحریر سے اخذ کر کے اس مضمون کے ضمیمہ کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

مگر تعجب اور افسوس ہے کہ دارالعلوم دیوبند اس کے عالی مرتبت علماء اور بانیان کرام اور اس کے فیض یافتگان کی طویل و وسیع تاریخ میں اس کتابچہ کا اب تک غالباً کہیں ذکر نہیں آیا، حالاں کہ یہ ہماری ملی غیرت کا نشان، حمیت کی ایک علامت اور قومی تاریخ کا اہم اور قابل ذکر ورثہ ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کر دینا چاہئے کہ راقم سطور کے خیال میں حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی اور اولو العزمی پر حضرت مولانا نانوتویؒ کی اس خدمت بلکہ کارنامہ کا بہت بڑا حصہ اور گہرا اثر معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک تو شیخ الہندؒ کے شعور سے پہلے برپا ہوئی تھی، اس وقت حضرت شیخ الہندؒ کا حضرت مولانا نانوتویؒ سے رابطہ تھا، نہ کاروان حریت کے اور قافلہ سالاروں سے۔ روس اور ترکی کی جنگ وہ پہلا اہم واقعہ ہے جس کے حضرت مولانا نانوتویؒ اور اس کاروان کے قائدین پر وسیع اثرات کا شیخ الہندؒ نے خود مشاہدہ کیا ہوگا، اس وقت شیخ الہندؒ جو ان تھے، شیخ الہندؒ نے اس وقت ان حضرات کی کڑھن اور چھین دیکھی اور محسوس کی ہوگی اور شیخ الہندؒ نے اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا ہوگا کہ ان حضرات کے دل میں جو الاؤ دہک رہا ہے، یہی ہمارا بھی مقصد حیات، اور نشانِ راہ ہونی چاہئے۔

چوں کہ یہ سب واقعات شیخ الہندؒ کے سامنے پیش آئے تھے، انہوں نے اپنے استاد اور مربی مولانا محمد قاسمؒ کی بے چینی دیکھی تھی جو یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ حضرت مولانا نانوتویؒ اور علماء کا ایک بڑا قافلہ جہاد میں عملی شرکت کے ارادہ سے مکہ معظمہ کے سفر پر نکلا تھا، شیخ الہندؒ بھی اس قافلہ میں شریک اور اپنے حضرت استاد کے ہم قدم تھے اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ جنگ میں شرکت کے لئے جو خاص مجلس ہوتی ہوں گی اور میدان جنگ تک پہنچنے کے لئے جو تجویزیں منظور ہوتی ہوں گی، شیخ الہندؒ ان سب میں برابر شریک رہتے ہوں گے۔ اس لئے یہی فکر، یہی درد اور غم شیخ الہندؒ کے رگ و پے میں سما گیا، اور یہی وہ چنگاری تھی جو شعلہٴ بحوالہ بن کر ابھری اور شیخ الہندؒ کو اک نہ ختم ہونے والا جذبہ اور صدیوں تک زندہ و تازہ رہنے والا حوصلہ عطا کر گئی، یہی چنگاری اور حوصلہ تھا، جس نے بعد کے دور کی ہندو اسلامی تاریخ پر اپنے عزم و حوصلہ کے گہرے اثرات چھوڑے

ہیں اور امید ہے کہ آئندہ بھی یہ قافلہ اسی طرح تازہ دم اور رواں دواں رہے گا، اور یہ بزرگانِ دین اور حضرت شیخ الہند وغیرہ احیائے دین اور احیائے جہاد کے جس جذبہ کو لیکر جاز گئے تھے، وہ زندہ و پائندہ رہے گا اور تازہ برگ و بار لاتا رہے گا۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جب تک خلافت اسلامیہ برقرار رہی اور ترکی میں خلیفۃ المسلمین برسرِ اقتدار رہے، ان کی ذات اور بابِ عالی (قصرِ خلافت استنبول، ترکی) عالمِ اسلام کی سیاست و اقتدار اور مسلمانانِ عالم کی محبت و عقیدت کا مرکز رہی۔ جب کبھی عالمِ اسلام پر کوئی مصیبت آئی خلیفۃ المسلمین نے امداد و سرپرستی کی اور جب کبھی خلافت اسلامیہ پر کوئی زد پڑی اور باہر کی کسی حکومت خصوصاً عیسائیوں نے خلافت اسلامیہ کے زیرِ نگین ریاستوں اور صوبوں پر حملہ کیا یا ان کو کچھ نقصان پہنچایا، تو دنیاۓ اسلام میں سخت بے چینی پھیل گئی۔

اسی طرح کا ایک بہت بڑا اہم اور تاریخی حادثہ اس وقت پیش آیا جب مشرقی یورپ (EASTERN EUROPE) کی ترکی کے زیرِ نگین مسلمان ریاستوں کے عیسائیوں نے مسلمانوں اور ترکی کے اقتدار کے خلاف مسلح بغاوت کی اور روس کی زار شاہی حکومت نے ترکی حکومت سے کئے ہوئے اپنے تمام معاہدے یکسر توڑ کر، عیسائیوں کی اس مجرمانہ تحریک کا ساتھ دینے اور ان ریاستوں کو ترکی اور مسلمان اربابِ انتظام سے چھین کر اپنے اختیار میں لینے کا فیصلہ کیا۔ اس غیر متوقع جنگ سے عالمِ اسلام اور حکومت اسلامیہ کے اقتدار کو جو خطرہ ہو گیا تھا اور روس کی فتوحات کی خبروں سے جو بے چینی پھیل گئی تھی اسکے اثرات ہندوستانی مسلمانوں پر بھی پڑے، اور یہاں بھی اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس وقت اندیشہ کیا جا رہا تھا کہ اگر اس کا توڑ اور موثر مقابلہ نہ کیا گیا تو روسی فوجیں دریا پار کر کے براہِ راست ترکی پر حملہ کر سکتی ہیں، اس صورت میں حرمین شریفین بھی غیر ملکی تسلط سے محفوظ نہ رہیں گے، اس اجمال کی کسی قدر تفصیل کے بعد دوسرے پہلوؤں کا ذکر کیا جائے گا۔

مشرقی یورپ اور مشرقی ایشیا کی مسلم ریاستیں صدیوں سے عالمی اسلامی نظام کا حصہ اور ترکی سلطنت (خلافت) کے زیرِ نگین تھیں، مگر مقامی حکام کی باہمی رقابتوں سیاسی نا عاقبت اندیشی کی

وجہ سے یہاں کا نظام بگڑا، کئی مرتبہ بیرونی طاقتوں (عیسائیوں) خصوصاً روس نے یہاں مداخلت کی، کئی کئی مرتبہ جنگیں ہوئیں، صلح کی گئی، معاہدے ہوئے، رسم دوستی کی تجدید کی گئی، مگر کچھ دنوں کے بعد پھر وہی حالات بنے۔ خاص طور سے روس نے اور دوسرے مغربی ملکوں نے بھی پرانے معاہدوں اور ترکی حکومت کی عنایات کو پس پشت ڈال کر غدار ی کی، ترکی کی مذکورہ ریاستوں میں مرکز خلافت سے علیحدگی کی تحریک چلائی، مسلح بغاوت کرائی، خود جنگی بگل، بجا دیا، اپنی فوجوں سے مذکورہ ریاستوں کو تاراج کرایا، غرض یہ کشمکش تقریباً تین سو برس تک چلتی رہی۔ کتنے ہی معاہدے ہوئے اور ٹوٹے، کئی مرتبہ صلح اور امن کے عہد و پیمان ہوئے اور ان کی خلاف ورزی کی گئی، اسی سلسلہ جنگ و امن یا اعتماد اور قریب کی ایک بڑی کڑی جنگ کریمیا تھی۔

۱۸۴۴ء میں، روس کا بادشاہ زار نکولس انگلستان برطانیہ گیا اور برطانیہ کی حکومت سے خلافت عثمانیہ (ترکی حکومت) کی ریاستوں اور صوبوں کے تقسیم کرانے اور ان کی بندر بانٹ کی تجویزیں برطانوی حکومت کے سامنے رکھیں، مگر برطانیہ نے ان تجویزوں کو ماننے اور روسی حکمت عملی کو قبول کرنے اور اس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا، مگر نکولس جو ترکی حکومت کی ریاستوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر چکا تھا، موقع کی تلاش میں تھا، یہ موقع اس کو جلد ہی مل گیا۔ روس نے ترکیستان کی مسلم ریاستوں کے عیسائیوں کے حقوق کا سہارا لے کر ترکی پر حملہ کر دیا۔ روس کی اس جارحیت پر برطانیہ اور فرانس ترکی کے ساتھ تھے، دونوں ملکوں نے کھل کر ترکی کی مدد کی، آخر میں روسی پسپا ہونے پر مجبور ہوئے۔ اسی درمیان نکولس زار روس کا آخری وقت آگیا، نکولس کے بعد اس کا بیٹا الیگزینڈر دوم (ALEXANDROUPOLIS II) بادشاہ بنا، مگر اس کو جلد ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت جنگ جاری رکھنا روس کے مفاد میں نہیں، اس لئے آسٹریلیا کے واسطے سے صلح کی گفتگو شروع ہوئی اور مارچ ۱۸۵۶ء (رجب ۱۲۷۳ھ) کو پیرس میں صلح نامہ پر دستخط ہو گئے۔ صلح نامہ کے مطابق کریمیا پر روس کی اجارہ داری تسلیم کی گئی اور دریائے ڈینوب (DANUBE) کا دہانہ اور کا چھوٹا علاقہ ترکی کو دیدیا گیا۔

اس وقت تو صلح نامہ ہو گیا تھا مگر بعد میں روس نے سمجھا کہ یہ صلح نامہ اس کے ارادوں راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے، اس لئے اس نے بغیر کسی معقول وجہ کے عثمانی (ترکی) حکومت کی فوجوں پر ۱۸۷۷ء (۱۲۹۴ھ) میں ایک اور بڑا حملہ کر دیا۔ ۱۸۵۶ء کے معاہدہ کی وجہ سے اس طرح کے کسی حملہ کی امید نہیں تھی اور یہ حملہ اچانک ہوا، جس کی وجہ سے ترکی فوج اور مقامی ریاستوں کے ذمہ داروں اور فوجی افسروں کو مقابلہ میں سخت پریشانی کا سامنا ہوا، اس پریشانی ان ریاستوں کے درمیان سخت اختلافات اور باہمی پنجہ کشی نے بہت بڑھا دیا تھا، جس کے میں ایک کے بعد ایک بلقانی ریاستوں کے علاقے ترکی حکومت کے ہاتھوں سے نکلنے چلے گئے یہی وہ موقع تھا جب ہندوستان کے علماء کے قائدین سر بکف میدان میں آئے اور مشرقی یورپ کے مسلمانوں کی حمایت کے لئے جاز، وہاں سے ترکی حکومت کے زیر انتظام جنگ میدان میں جانے کا فیصلہ کیا۔ کسی قدر تفصیلات آرہی ہیں۔

اگرچہ اس زمانہ میں خصوصاً یورپ اور ترکی خبریں مقامی اخبارات تک براہ راست پہنچنے ذرائع بہت کم تھے، جو خبریں اطلاعات آتی تھیں ان کا ترجمہ باخلاص مقامی اردو اخبارات حصہ میں آتا تھا۔ اس واسطہ در واسطہ کے ذریعہ سے جو خبریں آتی تھیں، ان میں مشرقی یورپ کے مسلمانوں پر عیسائیوں اور روس کی براہ راست یا بالواسطہ مظالم کی تفصیل نیز ترکی حکومت مسلمانوں کی مزاحمت کی جدوجہد کا واقعی تذکرہ اور ترکی حکومت کے تعاون اور حوصلہ افزائی

(۱) روس اور ترکی کی یہ جنگ جس کا بار تذکرہ آیا ہے دونوں ملکوں کی تاریخ اور خاص طور سے اس علاقہ مسلمانوں اور خلافت اسلامیہ کی تاریخ کا ایک بڑا اہم باب ہے، لیکن راقم سطور کو ترکی کی کوئی ایسی مستند اور معتبر دستیاب نہیں ہوئی جس میں اس جنگ کا تفصیلی تذکرہ ملتا۔ پیش نظر کتابوں میں صرف ایک کتاب ایسی ہے جس میں جنگ کا تفصیلی ذکر ہے، یہ عزیز لکھنوی کی فارسی مثنوی ”قیصر نامہ“ ہے، جس میں عزیز نے ادبی اور شاعرانہ زبان میں تفصیلات نظم کی ہیں۔ مثنوی قیصر نامہ انسٹھ (۵۹) صفحات پر مشتمل ہے، جس میں ص ۲۰ سے آخری صفحات تک روس سازش، معاہدہ مخفی اور جنگ جوئی کا اور بعد کے تمام واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے اس مثنوی پر مولانا عبد العلی آسی بدر مفصل بڑا از معلومات علمی حاشیہ ہے، جس میں عزیز لکھنوی نے کلام کی خوبیوں، صنائع بدائع، تشبیہات و استعارات تاریخی اشارات کی بہت عمدہ تشریح کی ہے، جس سے اس مثنوی کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔

مثنوی قیصر نامہ حاجی عبدالرحمان کے اہتمام سے مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۵ء) میں چھپی تھی، جو اس زمانہ معاصر و داد و ستاد پر اور اس جنگ کے موقع پر ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات و خیالات کی خوب صورت اور مؤثر ترجمان ہے۔

ذکر بہت کم ہوتا تھا۔ عالمی ذرائع ابلاغ مغربی ملکوں کے مفادات کے ترجمان تھے اور اس زمانہ میں بھی (آج کل کی طرح) مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنا ان کی وحدت کو مٹانا اور ان کی کمزوریوں اور حکومتوں کی برائیوں کو پہاڑ بنا کر دیکھنا اور دکھانا ان کا بنیادی مقصد اور معمول تھا، مگر صداقت ہزار پردوں سے نکل کر سامنے آجاتی ہے، یہی روس اور ترکی کی جنگ کے متعلق اخبارات میں چھپی ہوئی خبروں کا بھی حال تھا، اگرچہ ان میں ترکی کے موقف کی ترجمانی کم ہی ہوتی تھی، مگر پھر بھی عام مسلمانوں کو ان خبروں سے گہری دلچسپی تھی۔ وہ ان خبروں کو (بجا طور پر) خلافت اسلامیہ کے ختم کرنے کی سازش کے پہلو سے دیکھتے تھے اور اس وقت کا اس کا خاصا امکان تھا کہ اگر ترکمانستان اور بلقان کی ریاستوں میں روس اور غیر مسلم قوتوں کو کامیابی ملتی ہے اور اس میں عیسائی ریاستوں کا ورہ پردہ اتحاد ہو جاتا ہے، جس کی خبریں گرم تھی، تو اس کے اثرات براہ راست ترکی تک پہنچنے میں ویر نہ لگتی اور چوں کہ اس وقت حجاز اور ماحقہ ریاستوں کی خود مختار حیثیت نہیں تھی اور یہاں کے اندرون نظام میں بیرونی طاقتوں کے حملہ سے مقابلہ کی صلاحیت بھی کم تھی، اس لئے اس کا بھی بہت اندیشہ تھا کہ حرمین شریفین پر عیسائی مسلط ہو جائیں گے اور عالم اسلام کا مرکز عیسائیوں کی چشم و ابرو کے اشاروں کا محتاج اور اسیر ہو کر رہ جائیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ خطرہ صرف خطرہ نہیں تھا، بعد کے حالات نے بتا دیا کہ حضرات علماء کی بصیرت نے ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۴ء) میں جس خطرہ کو سنہ ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۴ء) میں محسوس فرمایا تھا وہ ایک عرصہ کے بعد اس وقت ظاہر ہوا، جب حجاز کے گورنر شریف حسین نے باب عالی سے کھلی بغاوت کر کے خلافت اسلامیہ اور ترکی کی عظیم الشان سلطنت کو پارہ پارہ کرنے کے عیسائیوں کے منصوبہ کو آگے بڑھایا، اور پھر یہ وبا عام ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک اب عالم اسلام کی حکومتیں اور مسلمان اپنی اس غفلت کی کھلی سزا پارہے ہیں اور اس ارشاد نبوی کی کھلی تصدیق اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے کہ:

یوشک الامم ان تداعی
علیکم کما تداعی الاکلة الی
قصعتها ، فقال قائل ومن قلة
عن قریب کفر و بدوینی کی بعض جماعتیں (دشمنان
اسلام) کچھ اور جماعتوں کو تمہاری شوکت (وقت)
کے توڑنے کے لئے (اس طرح اکٹھا کریں گی) اور

نحن یومئذٍ؟ قال بل انتم
یومئذ کثیر، ولکنکم غثاء
کغثاء السیل۔ ولینزعن اللہ
من صدور عدوکم المہابة
منکم ولیتہذفن فی قلوبکم
الوہن، قال قائل یارسول
اللہ! وما الوہن؟ قال "حب
الدنیا وکراہیۃ الموت"
(رواہ ابوداؤد و البیہقی فی
دلائل النبوة، عن ثوبان رضی
اللہ عنہ) (۱)

بلائیں گی جس طرح کھانا کھانے والوں کو دسترخوان پر بلایا
جاتا ہے (اور وہ لوگ بغیر کسی تامل کے بے روک ٹوک جمع
اور اکٹھا ہو جاتے ہیں) اسی طرح وہ مسلمانوں کی تباہی و
بربادی کے مشوروں اور منصوبوں کے لئے بے روک
ٹوک جمع ہو جائیں گے اور وہ جمع ہو کر تم کو سخت نقصان
پہنچائیں گے اور تمہارے مال و جان کو برباد کریں گے
ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اس دن کم
تعداد میں ہوں گے، ارشاد فرمایا نہیں، تم بہت ہو گے،
لیکن تمہاری کثرت ایسی ہوگی جیسے پانی کے جھاگ
ہوتے ہیں (کہ ذرا سے اشارہ میں ختم اور بے نام و نشان
ہو جاتے ہیں) اس وقت اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے

دلوں سے تمہارا رعب ختم فرما دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن و زل دے گا۔ صحابہ نے عرض کیا اے
اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔

بہر حال جب یہ بڑا ملی حادثہ پیش آیا تھا ہندوستان میں ایک آگ سی لگ گئی تھی۔ کیوں کہ
اس وقت تک ہماری ملی غیرت پامال نہیں ہوئی تھی، کچھ حرارت اور چنگاریاں باقی تھیں ہمارے
عوام و خواص سب خود کو کاروان ملت کا حدی خواں، عالم اسلام سے وابستہ اور خلافت اسلامیہ
کا ہمدرد اور وفادار سمجھتے تھے، اور ہر دکھ درد میں عالمی اسلامی قافلہ کے شریک رہتے تھے۔ اس
وقت لگتا تھا کہ یہ صدمہ ترکوں کو نہیں پہنچا، یہ زخم بلقانیوں کے سینے پر نہیں لگا، یہ آبر و ترکستانیوں
کی نہیں لٹی، یہ کوسو کے رہنے والوں کی غیرت کا امتحان نہیں ہوا، بلکہ یہ صدمہ خود ہمیں پہنچا ہے،
یہ زخم ہمارے سینوں پر لگے ہیں، یہ آبر و ہماری بہنوں کی لٹی ہے، یہ ہماری ملی غیرت و حمیت کا
امتحان ہے، اور یہ سب ہماری اپنی داستان، اپنی کہانی اور سوزِ غم ہے۔

اس وقت تک ہماری غیرت فنا، ہماری قوت فکر و عمل مردہ اور ہمارا ضمیر بے حس نہیں ہوا

تھا۔ سیکولرزم کے بھوت، زبان، علاقے اور برادریوں کے فتنوں اور بے غیرتی نے ہمارے دل و دماغ کو متاثر نہیں کیا تھا اور مغربی پروپیگنڈے اور مقامی مفادات نے ہمارے اعصاب کو بے حس اور نظریات کو اپنا غلام نہیں بنالیا تھا۔ ہمارا سوچنا، ہماری جدوجہد اور ہماری تحریکات کا رخ احیائے دین کی مخلصانہ جدوجہد کی طرف تھا، ہمارا عالمی اسلامی برادری کے ساتھ مل کر قدم بڑھانے کا اور ہر اک دینی اصلاحی کوشش میں ملت کا ساتھ دینے کا مزاج تھا اور اس وقت تک ہم خود کو عالمی اسلامی ملی کارواں کا ایک حصہ سمجھتے تھے، اسلئے جب یہ خبر آئی تو عالم اسلام کے ساتھ ہندی مسلمانوں کے بھی دل دھڑکے، جب جب ہندوستانی مسلمان روس کی پیش قدمی کی خبر سنتے ان کو ترکوں کے صدمہ کا احساس غم زدہ کر دیتا تھا اس وقت تک ہمارا سب کا حال یہی تھا کہ:

لگ جائے کہیں چوٹ مگر در دیہیں؟

حضرات علماء کرام جو دینی غیرت کے پتلے تھے اور خود کو عالمی ملی کارواں کا ناچیز خادم اور معمولی حصہ سمجھتے تھے اس حادثہ سے شاید سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ ان کی دینی محبت کا تقاضہ تھا کہ وہ اس صدمہ کو اپنا ذاتی صدمہ سمجھتے اس کے نقصان کی تلافی کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرتے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ بزرگوں اور علماء نے حضرت مولانا محمد قاسم کی سربراہی اور سرپرستی میں، مولانا کے شوق اور توجہ دلانے سے یہ اہم اور تاریخی فیصلہ فرمایا کہ ہم سب خلافت اسلامیہ اور شرقی یورپ مسلمانوں کی مدد کے لئے زیادہ سے زیادہ اور جو کچھ بھی کر سکتے ہیں اس کے لئے بھرپور کوشش کریں گے اور اس تعاون اور کوشش کی دو صورتیں ہو سکتی تھیں:

۱۔ مشرقی یورپ کے مسلمانوں مجاہدین اور ترکی فوج کے جوانوں اور جنگ کے شہدائے یتیموں اور بیواؤں کی مالی امداد، جس سے ان کے حوصلوں میں توانائی آئے اور وہ خود کو تنہا محسوس نہ کریں، اور ان کو یہ یاد رہے کہ ہندوستان میں بھی ان کے دینی بھائی موجود ہیں جو اس کی مصیبت کے موقع پر ان کے ساتھ اور ان کے رنج و الم میں برابر کے شریک ہیں، اور وہ لوگ آئندہ بھی خود کو تنہا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ:

دیدہ سعدی و دل ہمراہ تست

تانبہ پنداری کہ تنہائی روی

دوسرا اس سے بھی کہیں بڑا، نتائج کے لحاظ سے دور رس فیصلہ یہ تھا کہ:

۲۔ مجاہدین کے دوش بدوش میدان جہاد میں قدم رکھتے اور بذات خود جنگی مہمات میں حصہ لے کر دشمنان اسلام سے مقابلہ کیا جائے، ظاہر ہے کہ یہ مرحلہ بہت ہی نازک اور اہم فیصلہ تھا، مگر جن اصحاب کی زندگی کا ایک ایک سانس خود کو خدمت دین کے لئے قربان کر دینے سے عبارت تھا وہ اس نازک اور اہم موقع پر کیسے پیچھے رہ سکتے تھے، ان حضرات کے فولادی عزم و حوصلہ اور پہاڑوں کی سی صلابت نے فیصلہ کیا ہمیں بذات خود میدان جنگ میں پہنچنا ہے اور مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ شریک ہو کر احیائے اسلام کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنا ہے اور اپنی جانوں کی قربانی دینی ہے۔

دونوں منصوبوں پر ایک ساتھ عمل کی بات طے ہوئی اور دونوں ہی پر عمل کی کوشش کی گئی، جس کی تفصیل (جس قدر راقم سطور کو معلوم ہوئی) ترتیب وار پیش کی جا رہی ہے۔

(۱)

پہلی ضرورت اس علاقہ کے مصیبت زدہ مسلمانوں، ترکی فوج کے سپاہیوں اور لڑائی میں شہید ہونے والوں کے بچوں اور بیواؤں کے لئے پیسے کا انتظام تھا، اس کے لئے حضرت مولانا محمد قاسم نے عام مسلمانوں سے بڑی رقم اکٹھی کر کے باب عالی (مرکز حکومت، ترکی، استنبول) بھجوانے کی کوششیں شروع کی، حضرت مولانا نانوتوی نے سب سے پہلے مدرسہ دیوبند (دارالعلوم) کی سب ذمہ داروں مدرسین طلبہ اور اہل قصبہ دیوبند سے تعاون کی درخواست و گزارش فرمائی، اس کے علاوہ اپنے سب شاگردوں، متوسلین نیاز مندوں اور خود قائم کئے ہوئے مدرسہ کے ذمہ داروں کو ادھر متوجہ فرمایا اور حسب توقع دیوبند، نانوتیہ، گنگوہ، تھانہ بھون، کاندھلہ اور اطراف کے قصبات اور شہروں کے علاوہ، دور دراز شہروں میں بھی اس درخواست کی غیر معمولی پذیرائی ہوئی۔

صرف دیوبند قصبہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ منتظمین اور مدرسہ کے طلبہ نے تقریباً دو ہزار روپے پیش کئے تھے، دیوبند سے پانچ مرتبہ تعاون کی رقم فراہم ہوئی جو ترکی حکومت کے قونصلر مقیم بمبئی کو بھیجی گئی۔ ان میں سے ہر اک قسط میں طلبہ شامل تھے، پہلی قسط میں سو روپے (۱۰۰) کی امداد تھی، تیسری میں اکیس روپے کی، چوتھی میں انہتر روپے نو آنہ کی، پانچویں میں اکیاون روپے نو آنہ کی، اسی طرح مدرسہ کے ذمہ داروں کی طرف سے جو رقم ذاتی طور پر بھیجی گئی تھی وہ ان حضرات کے حوصلہ کی گواہ اور دریادی کی ایک مثال ہے۔ مدرسین مدرسہ اور مہتمم کی جانب سے پہلی قسط میں چوراسی روپے، تیسری قسط میں سات سو بیس روپے بھیجے گئے جو ان حضرات کا ذاتی عطیہ تھا اور جو کل رقم کا تقریباً چالیس فیصد تھا۔

حضرت مولانا کی اہلیہ کے زیورات کا عطیہ: میرا خیال ہے کہ اس رقم میں حضرت مولانا محمد قاسم کی اہلیہ کے زیوروں کی قیمت بھی شامل تھی۔ مولانا گیلانی نے ایک قصہ مولانا قاری محمد طیب کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ حضرت مولانا نے شادی کے فوراً بعد اپنی اہلیہ کی اجازت سے ان کا تمام زیور ترکوں کے چندہ میں دے دیا تھا۔ (۱) مولانا گیلانی نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا نے رخصتی کے بعد پہلی ہی رات میں اہلیہ کو اپنے سب زیورات ترکوں کے چندہ میں دینے کی ترغیب دی تھی، اہلیہ محترمہ نے اسی رات میں یہ تمام زیورات سلطانی چندہ میں دیدئے تھے، جب اہلیہ گھر گئیں اور والد نے زیورات نہ دیکھے تو سوال کیا، صورت حال معلوم ہوئی تو دوبارہ اسی طرح تمام زیورات بنوا کر دیئے، حضرت مولانا نے اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ فرمایا (۲)

اگر اہلیہ کا زیور اسی وقت چندہ سلطانی یا کسی اور مقصد کے لئے دیا گیا تھا تو اس کی کوئی اور تدبیر اور صورت ہوئی ہوگی، جو کیفیت مولانا گیلانی نے نقل کی ہے اس میں کئی شبہات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

دوسرے مولانا گیلانی نے اس واقعہ کو (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے تقریباً چار سال پہلے) ۱۸۵۳ء کی روس اور ترکی کی ایک اور جنگ (جنگ کریمیا) سے وابستہ کیا ہے، مگر یہ بھی صحیح

(۱) سوانح قاسمی ص ۵۱۱۔ ج ۱ (طبع اول دیوبند: ۱۳۷۳ھ) (۲) سوانح قاسمی ص ۵۱۳

معلوم نہیں ہوتا۔ اگر حضرت مولانا کے نکاح نہ کرنے کے ارادہ، والد کے اصرار، مولانا کے انکار اور متعلقہ واقعات کی ترتیب یہی ہے جو مولانا گیلانی نے تفصیل سے لکھی ہے تو ۱۸۵۳ء (۱۲۶۹ھ) میں حضرت مولانا کا نکاح منعقد ہونا بھی مشتبہ ہے اس وقت تک تو مولانا دہلی سے بھی نہیں آئے تھے وہاں صحیح بخاری کے حاشیہ کی تکمیل میں مشغول تھے۔ اس لئے حضرت مولانا اس زمانہ میں دہلی تشریف فرما تھے، نہ وطن آئے اور نہ اس وقت نکاح ہوا، نہ یہ قصہ پیش آیا ہوگا ؟

تیسرے ترکی اور روس کی یہ جنگ، جنگ کریمیا تھی جنگ کریمیا کے لئے بھی ہندوستان میں عام چندہ ہوا ہو، راقم سطور کو اس کا تذکرہ نہیں ملا۔ اس لئے حضرت مولانا کی اہلیہ کے زیورات چندہ میں دینے کا واقعہ بہ ظاہر اسی دوسری جنگ اور اس کے چندہ کا ہے، جس کا حضرت مولانا نے اور سب حضرات نے بہت اہتمام فرمایا تھا۔ اس جنگ اور اس کے لئے عطیہ کے وقت تک حضرت مولانا کی اہلیہ حضرت مولانا سے پوری مانوس اور مولانا سے ہم مزاج و ہم خیال ہو گئی ہوں گی، اسی وجہ سے ان زیورات کو عطا کر دینے میں تکلف نہیں ہوا۔

بہر حال حضرت مولانا اور ان کے رفقاء نے اس مہم میں خود بھی بھرپور حصہ لیا اور اپنے سب جاننے والوں، رشتہ داروں اور متعلقین کو بھی ادھر متوجہ فرمایا اور سب ہی نے حسب حیثیت داسے، درمے، قدمے، سخنے اس تحریک کو کامیاب بنانے کی انتہائی کوشش کی۔

چوں کہ یہ اک ملی ضرورت اور ایک دینی شرعی تقاضا تھا اس لئے مدرسہ دیوبند کے سربراہوں کے علاوہ اور بھی متعدد بڑے علماء اس جدوجہد میں مصروف رہے۔ دیوبند کے ضلع سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا محمد مظہر نانوتوی وغیرہ اس کی رہنمائی فرما رہے تھے اور گنگوہی میں اس تحریک کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (رحمہم اللہ) کی سرپرستی حاصل تھی، اس لئے ان علاقوں اور ان کے اطراف سے بھی بڑا چندہ ہوا، جو کئی قسطوں میں تو نصلر حکومت ترکی کو بمبئی بھجوا دیا گیا۔

حضرت مولانا گنگوہی کی معرفت تین قسطیں پہنچیں، پہلی قسط سات سو چوراسی روپے کی، دوسری ستاسی روپے آٹھ آنہ کی، تیسری دو سو روپے چار آنے کی تھی، کل رقم ایک ہزار اکہتر

روپے کچھ آنہ تھی، علمائے سہارنپور نے بھی جوش و خروش سے اس کی آبیاری فرمائی، حضرت مولانا احمد علی کی توجہ سے سب سے زیادہ رقم فراہم ہوئی، حضرت مولانا کا عطیہ پانچ قسطوں میں پہنچا، جو چار ہزار دو سو تیس روپے (۴۲۳۰) پر مشتمل تھا، یہ رقم اہل سہارنپور کی اس رقم کے علاوہ تھی جو سہارنپور میں مقیم ایک اور باحمیت شخص امداد علی خاں، مالک کارخانہ شکر ام اپنی اور اپنے دوستوں کی طرف سے فراہم کر کے بار بار بھیجتے رہے (۱)

یہ تو وہ رقمیں تھیں جن سے حضرت مولانا محمد قاسم اور حضرت مولانا کے قریب ترین دوستوں یا بڑوں کا براہ راست تعلق تھا، اس کے علاوہ اس طرح کی رقمیں بھی خاصی تھیں جو مولانا کی توجہ دلانے کی وجہ سے مولانا کے شاگردوں وغیرہ نے منگور، مظفرنگر، تھانہ بھون، ابھٹہ، گلاوٹھی وغیرہ سے اکٹھی کر کے بھیجی تھیں، ایک رقم کاندھلہ کی بھی تھی جو ”فضیلت مآب مولوی محمد ابراہیم کاندھلوی“ کی معرفت ملی تھی، یہ دو سو ستر روپے تھے۔ اس کوشش کی وجہ سے یہ ہوا اطراف و نواح سے نکل کر ملک کے دور دراز گوشوں تک پہنچ گئی تھی، سب طرف سے رقمیں اور چندہ آ رہا تھا اور گویا صحیح معنوں میں ہن برس رہا تھا، ہر طرف ایک جوش اور ولولہ تھا، رقمیں فراہم کی جا رہی تھیں، ہمیں پہنچ رہی تھیں، ان کی اطلاعات آرہی تھیں، شکر یہ کہ خطوط موصول ہو رہے تھے، غرض اک عجیب کیفیت تھی، ادھر سے تعاون و کشادہ دہتی تھی اور ادھر سے شکر یہ اور پذیرائی کا اہتمام اور اعلان کیا جا رہا تھا۔

اس تحریک کو پورے ملک سے جو تعاون ملا وہ غالباً ہندوستان کی اُس وقت تک کی ملی تاریخ کا سب سے پہلا اور عظیم ترین تعاون تھا۔ یہ رقم جو ہندوستان کے بے کس، غریب مسلمانوں نے گھر گھر، بستی بستی سے جمع کر کے بھجوائی تھی بارہ لاکھ روپے تھے۔ جو اس زمانہ کے لحاظ سے تو گویا ناقابل یقین رقم تھی، آج کل کے تناظر میں بھی ایک بڑی رقم ہے، اُس زمانہ کے اوسط اور قوت

(۱) جملہ رقومات کی تفصیل حسب ترتیب وصول، ترکی تو فصل خانہ کی طرف سے ایک مفصل روداد یا کتاب میں شائع کی گئی تھی۔ یہ روداد بڑے سائز کے ایک سو اٹھ صفحات پر مشتمل ہے، جس کے مسائل پر صرف دفتر اعانت ہند یہ لکھا ہوا ہے۔ شرور میں ترکی زبان میں تہذیب ہے، اسی کا آخر میں فارسی ترجمہ بھی چھپا گیا ہے۔ یہ روداد رقم سطور نے دیکھی ہے اور اس کے ضروری صفحات کا فوٹو اسٹیٹ میرے پاس موجود ہے۔

خرید کو دیکھئے تو یہ رقم آج کل لحاظ سے دس کروڑ سے بھی زائد ہوگی، اس قدر بڑی رقم کا فراہم کر لینا آج بھی آسان نہیں، مگر یہ ان حضرات کے جذبہ کا اخلاص کا اثر اور مسلمانوں کا عمومی تعاون تھا جس کی مدد سے یہ بڑی مہم سرانجام پائی اور کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔

حضرت مولانا اور مولانا کے رفقاء جو رقیں بھجواتے تھے، ترکی حکومت کے قونصلر مقیم بمبئی کی طرف سے اس کی رسید اور شکریہ کا خط آتا تھا، پانچ مرتبہ رقم گئی ہر مرتبہ فوراً رسید آئی، اور اطلاع ملی کہ مسئلہ تمام رقومات کا باب عالی آستانہ کے سرکاری ترجمان ”الجواب“ میں حسب معمول (۱) باقاعدہ اعلان کیا جائے گا اور آخر میں جب یہ رقیں باب عالی (جو ترکی حکومت کا مرکز اقتدار تھا) پہنچیں تو اس وقت کے سلطنت عثمانیہ کے وزیر اعظم، ابراہیم اہم کا ۹ جمادی الاول ۱۲۹۳ھ (۲۳ مئی ۱۸۷۷ء) کا لکھا ہوا شکریہ کا ذاتی خط مدرسہ دیوبند کے زعماء کے نام موصول ہوا جو بلاشبہ مدرسہ دیوبند، سرپرستان مدرسہ دیوبند اور پوری ہندی ملت اسلامیہ کیلئے ایک بڑا اعزاز اور گویا تمغہ افتخار تھا اور اسی پر تحریک کا پہلا مرحلہ نہایت کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہو گیا۔



محولہ بالا منصوبے کا دوسرا پہلو یا تجویز مشرقی یورپ کے مظلوم مسلمانوں اور سلطنت عثمانیہ کی فوجوں کے ساتھ یک جہتی و اتحاد کے اظہار کا اور دینی ضرورت سمجھ کر ان کے ساتھ مل کر جہاد میں شریک ہونے کا تھا، اس پر عمل کرنے کے لئے سب سے بہتر صورت یہی ہو سکتی تھی کہ سفر حجاز پر جائیں اور وہاں کے حالات کا مشاہدہ کر کے سفر کے دوسرے مرحلہ کی تیاری کریں۔ اس لئے سفر حج کا ارادہ کر لیا گیا، اس کارواں میں جو نئی منزلوں کا مسافر بن کر سفر کے لئے روانہ ہو رہا تھا نامور علماء کی کثیر و معتبر تعداد شریک تھی۔ مولانا سید اصغر حسین دیوبندی نے حیات شیخ الہند میں لکھا ہے کہ:

(۱) الجواب باب عالی (صدر دفتر، حکومت ترکی) کا ہفت روزہ سرکاری ترجمان تھا جو غالباً ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء) میں نکلتا شروع ہوا تھا، سنہ ۱۲۹۳ھ میں اس کی اشاعت کا ستر ہوا سال تھا، اس اخبار میں جملہ سرکاری رپورٹیں اور اطلاعات چھپتی ہیں اس کا سنہ ۱۲۹۳ھ سے ۱۲۹۷ھ تک کا فائل دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی لائبریری میں ہے مگر وہ شمارے موجود نہیں جس میں علماء دیوبند کی مسلسل رقومات کا اعلان اور شکریہ درج ہے۔

”شوال ۱۲۹۳ھ میں بزرگان ہندوستان کے قافلے نے بیت اللہ کا قصد کیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حضرت مولانا رشید احمد صاحب جیسے بقول مقبول حضرات سالار قافلہ ہوں تو قافلہ کی کیفیت کا کیا پوچھنا۔ صدہا دیندار مسلمان مفلس و توکمر ہمراہ ہو گئے“

اور اسی میں تحریر ہے:

”ہندوستان سے ایسا مقدس مجمع اور مشہور و معروف قافلہ روانہ ہو کہ اس کی نظیر نہ گذشتہ زمانہ میں مل سکتی ہے، نہ آئندہ امید ہے“

حیات شیخ الہند ص ۲۲ (لاہور: ۱۹۷۷ء)

مگر افسوس ہے کہ ہنوز اس سفر کی جو روایات و اطلاعات دستیاب ہیں وہ بہت مجمل ہیں، مختصر اشارات و واقعات یہاں درج کئے جاتے ہیں، ان اشارات کی تفصیل کی ضرورت ہے۔

اگرچہ اس کا اعلان نہیں ہوا تھا کہ یہ سفر کیوں اور کن مقاصد کے لئے ہو رہا ہے، مگر اس کا عام طور سے اندازہ تھا کہ علمائے ہند جہاد کے ارادہ سے سفر حج پر جا رہے ہیں اس لئے جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی لوگ جوق در جوق ان حضرات کی رفاقت کے لئے نکل کھڑے ہوئے، اور ایسا رجوع عام ہوا کہ ساتھ جانے کے لئے سو سے زائد اصحاب شروع سفر سے ساتھ تھے۔ یہ قافلہ ۷ شوال ۱۲۹۳ھ (۱۵ اکتوبر ۱۸۷۷ء) سہارنپور سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا، چوں کہ یہ خبر عام ہو چکی تھی اس لئے ہر اسٹیشن پر بڑے بڑے ہجوم اور ساتھ چلنے کے لئے افراد موجود ملے، یوں:

لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنا گیا

اگرچہ اس وقت برطانیہ کی حکومت تھی اور حکومت برطانیہ روس اور ترکی کی جنگ میں ترکی کی حلیف تھی، مگر اس دور میں بھی ایسے ممتاز ترین علماء کا ایک بڑے قافلہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے باقاعدہ اعلان کے ساتھ سفر کرنا آسان نہیں تھا، اسلئے خیال یہ ہے کہ حضرات علماء کرام کے اس قافلہ نے اپنے اس ارادہ کی نہ باقاعدہ تشہیر کی، نہ تردید فرمائی۔ مولانا عاشق الہی میرٹھی نے اس سفر کی شہرت اور شرکاء کی کثرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”عام اہل اسلام نے جب دیکھا کہ دفعۃً خلاصہ ہندوستان بجانب جاز جارہا ہے (اس لئے) جس سے بھی ہو سکا وہ معیت و مہر کا بی کے لئے تیار ہو گیا۔ اس لئے کہ بطور خود لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ حضرات دینی معاونت کے لئے بحیلہ سفر حجاز حقیقت میں ملک روم کا سفر کر رہے ہیں۔ ترکی سلطنت کی طرف سے والہنیر جماعت میں شامل ہو کر مجاہد فی سبیل اللہ ملیں گے اور جسکے نصیب میں مقدر ہے جام شہادت پی کر حیات ابدی حاصل کرے گا“ (۱)

مگر چند سطور کے بعد مولانا میرٹھی نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ یہ حضرات جہاد کی شرکت کے ارادہ سے جارہے تھے، مولانا میرٹھی کے الفاظ یہ ہیں:

”لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط تھا، اس لئے کہ اول تو جانے والے حضرات میں کسی کی یہ نیت نہ تھی.....“ (۲)

ہر چند کہ مولانا کے بقول یہ خیال غلط تھا، مگر سینکڑوں لوگ اس مقصد سے سفر میں شریک ہو رہے تھے اور خود مولانا میرٹھی کے بقول:

”سب کچھ تھا، مگر عام خیالات کی غلطی کے رفع ہونے کی کوئی سبیل نہ تھی“ (۳)

سب لوگ اسی خیال سے سفر میں ساتھ جارہے تھے اور قافلہ سالار اصحاب کو اس کا خوب علم تھا کہ ان سب کو یہ خبر ملی ہے اور یہ اسی مقصد سے ہمارے ساتھ سفر کر رہے ہیں، لیکن اگر یہ اطلاع غلط تھی تو امید نہیں کہ حضرات علماء کرام نے جان بوجھ کر سچ بات کو چھپایا ہو، یا اپنے متوسلین اور مخلص نیک مسلمانوں کو اندھیرے یا فریب میں رکھنا پسند کیا ہو، بہ ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اطلاع صحیح تھی اور زبانِ خلق نقارۂ خدا کی ترجمان تھی۔

مولانا عاشق الہی کے علاوہ مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی نے بھی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کے دوسرے سفر حج کے ذکر کرتے ہوئے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سفر میں جہاد کا ارادہ شامل تھا جس کی عام شہرت ہو گئی تھی، تحریر ہے کہ:

(۱) تذکرۃ الرشید ص ۲۲۹ ج ۱ (۲) تذکرۃ الرشید ص ۲۳۰ ج ۱ (۳) تذکرۃ الرشید ص ۲۳۲

”اور یہ قیاسات و خیالات کچھ آج نئے نہیں تھے ۱۲۹۴ھ میں بھی جب علماء ہندوستان کا مشہور قافلہ جنگ روم و روس کے زمانہ میں روانہ ہوا تو لوگوں نے خود بخود ایسی ہی توجیہات شروع کر دی تھیں“ (۱)

مولانا صفر حسین نے اس کے بعد جو کچھ لکھا ہے وہ توجہ چاہتا ہے۔ لکھتے ہیں:

”چوں کہ حضرت نے کوئی خاص اطلاع نہیں فرمائی تھی اس لئے مختلف لوگوں نے اپنے قیاس سے مختلف توجیہات شروع کیں، چوں کہ جنگ یورپ شروع ہو گئی تھی اور اپنی ہستی کو خطرہ میں دیکھ کر ترک بھی جرمنی کے ہمراہ شریک جنگ ہو گئے تھے، اس لئے بہت لوگوں نے اندازہ لگایا کہ ترکوں کی امداد کیلئے جاتے ہیں، بعض کا خیال تھا کہ غیر اسلامی سلطنت اور خلاف شرع قوانین سے گھبرا کر قریب ترین اسلامی سلطنت کا بل کی طرف قصد فرما رہے ہیں“ (۲)

اس اجمال سے تفصیل جھلک رہی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ شیخ الہند کا دوسرا سفر حج بھی پہلے سفر کی طرح ان ہی اصولوں پر مرتب ہوا تھا جس پر پہلا سفر ہوا تھا، اور جس طرح پہلے سفر کے متعلق یہ شہرہ عام تھا کہ ترکوں کی مدد کے لئے جارہے ہیں، اس کی بھی توثیق نہیں کی گئی تھی، اسی طرح پہلے سفر کی بھی نہ شہرت کی گئی تھی، نہ تردید۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ شیخ الہند کا دوسرا سفر واقعہً سادہ سفر تھا، جہاد کے مقاصد تکمیل ترکی کی حمایت، اور خالص عالمی اسلامی نقطہ نظر سے دفاعی جدوجہد اس سفر میں بھی پیش نظر نہیں تھی راقم کا خیال ہے کہ یہی حال پہلے سفر کا بھی ہے۔ مگر اس پر اس حیثیت سے توجہ نہیں کی گئی۔

اگرچہ مولانا عاشق الہی نے اس سفر کے سفر جہاد ہونے کی صاف تردید کی ہے اور لکھ دیا ہے کہ:

”لوگوں کا خیال بالکل غلط تھا“ (۳) مگر یہاں یہ عرض کرتے ہیں تا مل نہ ہونا چاہئے گھمبھولانا عاشق الہی کا ایک خاص ذوق و مزاج تھا، مولانا سیاسی قصوں سے ہمیشہ علیحدہ رہتے تھے نیز جس وقت تذکرۃ الرشید لکھی گئی تھی اس زمانہ (۱۹۰۶ء، ۱۹۰۸ء) میں انگریز کے خلاف برپا تحریکوں

(۱) حیات شیخ الہند ص ۴۰ ادارہ اسلامیات لاہور: ۱۹۷۷ء

(۲) تذکرۃ الرشید ص ۲۴۱ ج ۱ (اشاعت العلوم سہارنپور ۱۹۷۷ء) (۳) تذکرۃ الرشید ص ۲۳۰ ج ۱۔

اور جہاد کی کسی بھی جدوجہد کی حمایت کا تذکرہ خطرہ سے خالی نہیں تھا، اس لئے جب کبھی اس طرح کے کسی واقعہ کا ذکر ضروری ہو جاتا ہے تو مولانا میرٹھی اس کو ایسے الفاظ میں لکھتے ہیں جس سے شورش اور جہاد کی بات نسبتاً ہلکی معلوم ہو۔ مولانا میرٹھی کا یہی رجحان کا تذکرہ الرشید میں معرکہ شامی و تھانہ بھون کے تذکرہ میں ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مولانا میرٹھی کو ۱۸۵۷ء میں حضرات علماء کی جدوجہد کی تفصیلات معلوم تھیں، انہوں نے ایسے متعدد اصحاب کو دیکھا تھا جو ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں شریک بلکہ اس کے بنیادی ذمہ داروں میں سے تھے، اور تذکرۃ الرشید کی تالیف کے وقت تک ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں شریک متعدد اصحاب اور عام شرکاء زندہ تھے، ان سے ۱۸۵۷ء کے متعلق صحیح فیصلہ کن معلومات فراہم کر لینا دشوار نہیں تھا، مگر مولانا نے اس کو نظر انداز فرمادیا اور جو واقعات لکھے ان کو بھی اس طرح گول مول الفاظ میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے معرکہ شامی و تھانہ بھون اور اس کے دوسرے گوشوں کے متعلق اب تک اختلاف چلے آتے ہیں اور یہ مولانا کے اسی رویہ کا اثر ہے کہ حالیہ دور میں متعدد اصحاب نے معرکہ ۱۸۵۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ اس خطہ کے علماء نیز دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر کی شرکت کا صاف انکار کر دیا ہے۔ میرے خیال میں ۱۲۹۵ھ کے واقعہ کی تفصیل میں بھی مولانا میرٹھی کا رویہ اسی احتیاط اور ابہام کا ہے۔ دوسرے تذکرہ نگاروں کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے بھی اس واقعہ کے بنیادی اجزاء اور دوسری معلومات کم یاب ہیں تاہم ضرورت ہے کہ اس واقعہ کی تفصیل اور خلیفۃ المسلمین کی امداد کے مختلف گوشوں کو تلاش کیا جائے تو امید ہے مزید معلومات دریافت ہوں گی۔

سفر حج کے مقصد کے حوالہ سے میرے اس خیال کو مولانا عاشق الہی میرٹھی کے ایک اور اندراج سے تقویت ملتی ہے۔ مولانا عاشق الہی نے اسی قافلہ کی واپسی کے احوال میں ذکر کیا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ نے حضرت مولانا گنگوہی سے فرمایا تھا:

مولانا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ سے علیحدگی ہو، مگر ہماریاں کے پاس خرچ کم رہ گیا ہے اور آپ کی ذات سے اہل ہند کو جو نفع ہے وہ ظاہر ہے، اس لئے

مناسب یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ اب ہندوستان واپس ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے حکم پر حضرت مولانا سوائے تعمیل کے کیا فرما سکتے تھے واپسی کا قصد فرمایا اور تہیہ سفر شروع کر دیا۔

اتفاق سے جس روز چلنا قرار پایا تھا عین اسی دن پلونا کے فتح ہونے اور روس کے قبضہ میں آ جانے کی وحشت ناک خبر مکہ میں پہنچی، مگر اس طرح کہ تصدیق و تحقیق کی کوئی صورت نہ پائی۔ ہر چند کہ اس خبر نے طبعی رنج و غم اور تحقیق کی طلب و فکر کے باعث پھر قصد سفر ملتوی کرنے پر مجبور کیا، لیکن اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے یہ فرما کر کہ سلسلہ اخبارات بند ہو رہا ہے یہاں مہینوں میں بھی تصدیق یا تکذیب اس خبر کی نہ ہو سکے گی، جاؤ بسم اللہ کرو جو کچھ مقدر تھا ہو اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔“ (۷)

اگر ترکی کی حمایت و تعاون کا ارادہ اس سفر کے بنیادی مقاصد میں شامل نہیں تھا تو اس تذکرہ کی یہاں کیا افادیت و ضرورت تھی، اس گفتگو میں خاص طور سے پلونا (PLONA) کی فتح و شکست کا ذکر معنی خیز ہے حضرت حاجی صاحب کے اس فقرہ کا تعلق بظاہر اس اس سفر کی ان منزلوں سے تھا جس کا زیر لب سرگوشیوں میں ذکر تھا اسی کا حضرت حاجی امداد اللہ سے مشورہ ہوا ہو گا، حضرت حاجی صاحب نے اس کے متعلق کچھ اظہار خیال بھی فرمایا ہو گا۔

مذکورہ معلومات اگرچہ بہت مجمل ہیں، مگر ان کے ذریعہ سے ایک اشارہ ضرور مل رہا ہے امید ہے کہ آئندہ جب اس سلسلہ کی مزید معلومات سامنے آئیں گی یا کچھ اور مآخذ دریافت ہوں گے تو اس کے کچھ اور پہلو واضح ہو جائیں گے اور راقم سطور کے خیال میں جب تک معتبر ذرائع سے اس نقطہ نظر کی واضح تردید نہ ہو جائے جو گذشتہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے اس وقت تک اس موضوع پر مزید اور مستند معلومات کی تلاش جاری رہنی چاہئے۔

اس کے بعد اصل دستاویز ”روداد چندہ بلقان“ پڑھئے جس سے مذکورہ بالا اطلاعات کی تصدیق ہو گی اور ممکن ہے کوئی اور گوشہ بھی سامنے آئے۔

روداد امداد و تعاون مسلمانانِ ہند

بلسلسہ جنگ بلقان

برائے مجاہدین و متعلقین لشکر خلیفۃ المسلمین

(سلطان ترکی)

۱۲۹۴ھ ۱۸۷۴ء

بہ سرپرستی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

الحمد لله نحمده و نستغفره و نومن به و نتوكل عليه، و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا. من يهده الله فلا مضل له و من يضلل الله فلا هادي له، و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، و نشهد ان محمدا عبده و رسوله صلى الله عليه وسلم.

روس کے بلقان ریاستوں پر حملے اور اس کے نقصانات: بعد ازیں یہ گزارش ہے کہ ان دنوں روس وغیرہ سلاطین اولوالعزم، سلطان روم سے بوجہ حد طبع زاد برسر پر خاش ہیں۔ نوبت جنگ و جدال تک پہنچی ہزار ہا جانیں تلف ہو گئیں، ہزار ہا عورتیں بیوہ ہوئیں، ہزار ہا بچے یتیم ہوئے۔

ضروری وضاحت: اس روداد میں جہاں بھی روم، یا سلطان روم کا ذکر آیا ہے وہ ترکی اور خلیفۃ المسلمین (بادشاہ ترکی) کا ذکر آیا ہے۔

مجلہ صحیفۂ نور، گاندھلہ

ان اخبارات وحشت آثار کو نکر مصر، عرب، تونس وغیرہ میں سے تو سیکڑوں آدمی جان سے شریک ہونے پر آمادہ ہوئے اور ہزاروں نے مال سے مدد کی، اور مسلمانان ہند نے بھی بوجہ درد مندی دلی اطراف و جوانب میں سے مثل بمبئی، مدراس، کلکتہ، عظیم آباد، الہ آباد، پشاور، لاہور، منٹگمری (ساہیوال) اس لشکر سلطانی شہداء کے یتیموں اور بیواؤں اور اس لشکر کے زخمیوں کے لئے ہزار ہا روپیہ جمع کیا۔

مظلومین کی مدد کی بیکسر ضرورت ہے: اس لئے یہ گزارش ہے کہ اس گرم گرمی میں جس سے ہو سکے بقدر ہمت شریک ہو کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی میں داخل ہو۔ دنیا چند روز ہے یہ وقت پھر نہ ملے گا۔ اگر کسی اور وجہ سے تم کو حرارت نہیں آتی تو کیا یہ بات بھی باعث سرگرمی نہیں کہ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ میں روضہ مطہرہ جو اس عزت و شرف کے ساتھ آج تک موجود ہیں، تو سلطان روم ہی کے بدولت یہ حفاظت ہے۔ اگر خدا نخواستہ سلطان روم کو بوجہ ہجوم اعداء اس تنہائی میں شکست ہوئی تو تم ہی کہو کہ پھر ان مقامات متبرکہ کا کیا حال ہو گا، تمہارے اتنے حوصلے نہیں کہ مقابلہ پر جان بازی کرو، اس لئے لازم ہے کہ ان کی اس کفالت کے بدلے کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے ان مقامات کی عزت کے لئے اپنی جان ہار بیٹھے، یہاں تک کہ ہزاروں تلف ہو گئے، اتنا ہی کرو کہ تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کر کے ان یتیموں اور زخمیوں کی خبر لو۔ وہاں آدمیوں کی ضرورت نہیں، ترکی ایک ایک ہزار کے برابر ہے۔ مگر بوجہ خدمت حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و خبر گیری علماء و صلحاء، و مساجد و دیگر مصارف کثیرہ البتہ روپیہ کی ضرورت ہے۔

ایسے حادثہ پر ملت کی بے حسی اور خاموشی افسوس ناک ہے: علاوہ ازیں سلطان روس بذات خود مع اپنے شاہزادوں کے در بدر روم کی لڑائی کے لئے چندہ مانگتے پھرتے ہیں، کیا تمہیں اس خبر کو سن کر بھی غیرت نہیں آتی۔ دور دور کے لوگ ترکوں کی ہمدردی اور درد مندی میں بیقرار ہیں، مگر تم کو ہزاروں کے خون اور ہزاروں کے یتیم اور بیوہ ہو جانے کی بھی خبر پر بھی غیرت نہیں۔

ان اخبارات وحشت آثار کو سنکر مصر، عرب، ٹونس وغیرہ میں سے تو سیکڑوں آدمی جان سے شریک ہونے پر آمادہ ہوئے اور ہزاروں نے مال سے مدد کی، اور مسلمانان ہند نے بھی بوجہ درد مندی دلی اطراف و جوانب میں سے مثل بمبئی، مدراس، کلکتہ، عظیم آباد، الہ آباد، پشاور، لاہور، منٹگمری (ساہیوال) اس لشکر سلطانی شہداء کے یتیموں اور بیواؤں اور اس لشکر کے زخمیوں کے لئے ہزار ہا روپیہ جمع کیا۔

مظلومین کی مدد کی بیکہ ضرورت ہے: اس لئے یہ گزارش ہے کہ اس گرما گرمی میں جس سے ہو سکے بقدر ہمت شریک ہو کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی میں داخل ہو۔ دنیا چند روز ہے یہ وقت پھر نہ ملے گا۔ اگر کسی اور وجہ سے تم کو حرارت نہیں آتی تو کیا یہ بات بھی باعث سرگرمی نہیں کہ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ میں روضہ مطہرہ جو اس عزت و شرف کے ساتھ آج تک موجود ہیں، تو سلطان روم ہی کے بدولت یہ حفاظت ہے۔ اگر خدا انخواستہ سلطان روم کو بوجہ ہجوم اعداء اس تنہائی میں شکست ہوئی تو تم ہی کہو کہ پھر ان مقامات متبرکہ کا کیا حال ہوگا، تمہارے اتنے حوصلے نہیں کہ مقابلہ پر جان بازی کرو، اس لئے لازم ہے کہ ان کی اس کفالت کے بدلے کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے ان مقامات کی عزت کے لئے اپنی جان ہار بیٹھے، یہاں تک کہ ہزاروں تلف ہو گئے، اتنا ہی کرو کہ تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کر کے ان یتیموں اور زخمیوں کی خبر لو۔ وہاں آدمیوں کی ضرورت نہیں، ترکی ایک ایک ہزار کے برابر ہے۔ مگر بوجہ خدمت حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و خبر گیری علماء و صلحاء، و مساجد و دیگر مصارف کثیرہ البتہ روپیہ کی ضرورت ہے۔

ایسے حادثہ پر ملت کی بے حسی اور خاموشی افسوس ناک ہے: علاوہ ازیں سلطان روس بذات خود مع اپنے شاہزادوں کے در بدر روم کی لڑائی کے لئے چندہ مانگتے پھرتے ہیں، کیا تمہیں اس خبر کو سن کر بھی غیرت نہیں آتی۔ دور دور کے لوگ ترکوں کی ہمدردی اور درد مندی میں بیکفرا ہیں، مگر تم کو ہزاروں کے خون اور ہزاروں کے یتیم اور بیوہ ہو جانے کی بھی خبر پر بھی غیرت نہیں۔

اللہ رے صبر و تحمل، اتنے بڑے صدمہ پر نہ اف ہے، نہ آہ ہے۔

پریوں سمجھ کر کہ کبھی دل میں سب کچھ ہوتا ہے پر کسی محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ عرض کا مناسب سمجھا اب ہم سب ہو اخواہان عام و خاص تمام حاضرین جلسہ کی ہمت کے منتظر اور بات کے امیدوار ہیں کہ ازجہ تاگل اس امر خیر میں سب ہی اہل اسلام شریک ہوں گے، با اگر اس وجہ سے تاگل ہے کہ مباد اسرکار انگریزی اس امر خیر سے ناخوش ہو اور اس سبب سے لینے کے دینے پڑیں۔

اس جنگ میں تو حکومت برطانیہ بھی مسلمانوں کی ہم نوا ہے: اول تو ہم جانتے ہیں یہ خیال ان ہی صاحبوں کو ہو گا جن کو اصل حال کی خبر نہیں اور یہ قال انہیں لوگوں کا ہو گا جن دینے کو جی نہیں چاہتا۔ دوسرے شہنشاہ روس اور سرکار انگریزی کی مخالفت بھی ایسی نہیں جس کو کو نہ جانتا ہو۔ علیٰ ہذا القیاس سلطان روم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اور سرکار انگریزی دام اقبالہ و شوکتہ اتفاق اور اتحاد بھی ایسا نہیں جو عوام پر ظاہر نہ ہو۔

اول تو روس کی آمد آمد ہندوستان پر شہرہ آفاق ہے، جس سے یہ بات عیاں ہے کہ روس اور سرکار انگریزی میں نہایت درجہ کی عداوت ہے۔ دوسرے اخبارات انگریزی اور اردو فارسی اس افسانہ سے مالا مال ہیں کہ سرکار انگریزی روم کی حامی ہے، یہاں تک کہ اس لڑائی کے لئے لندن میں روس کا مقابلہ کرنے کو جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں اور ان سب کو جانے دو تو دیکھو، کہ ہندوستان میں جس قدر حکام عالی مقام ملکتہ اور بمبئی اور مدراس اور لاہور اور الہ آباد اور عظیم آباد اور پشاور وغیرہ میں رہتے ہیں، اس قدر اور کسی مقام میں نہیں رہتے۔ اگر فراہمی چندہ معلوم ناگوار خاطر سرکار انگلیشیہ ہوتی تو اس اعلان کے ساتھ کیوں ان مقامات مذکورہ میں ہزار ہا روپیہ امدادی سلطان روم کے لئے فراہم کیا جاتا۔ یہ اثر صحبت سلطان روم اور اتحاد باہمی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے اور کیوں نہ ہو، لندن اور ہندوستان کا راستہ مملکت روم میں ہو کر آتا ہے، اگر باہم مخالفت ہوتی تو سرکار انگریزی باطمینان خاطر وہاں سے یہاں تک کیوں آسکتی۔ علاوہ بریں حیدر آباد وغیرہ میں سرکار

سے اجازت لیکر یہ کام کیا گیا بلکہ کلکتہ والوں کی طرف سے بذریعہ اخبارات یہ اعلان ہو گیا کہ سرکار انگریزی کی طرف سے کوئی شخص اندیشہ مند نہ ہو، بلکہ خود سرکار نے روس کو بتا دیا ہے کہ پانچ لاکھ ہندوستانی مسلمان سلطان روم کی بے تنخواہ کی فوج ہے۔

اور بعض میموں نے لندن میں اشعار انگریزی اس مضمون کے لکھے ہیں کہ جن میں مسلمانان ہند کو مخاطب کر کے یہ لکھا ہے کہ تمہارے ان بزرگوں کی ہڈیاں جن سے تم کو افتخار ہے قبروں میں پڑی دیکھتی ہیں کہ اس واقعہ میں تم کیا کرتے ہو، تم کیسے ان کی اولاد اور نام لیوا ہو، تم کو غیرت نہیں آتی، کیا مکہ معظمہ کی زیارت موقوف کراؤ گے۔ القصد سرکار کی طرف سے تو اشتعالک ہے، اس پر بھی ہمت نہ کرو گے تو کسی کی زبردستی نہیں مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس کا انجام دنیا و آخرت میں بجز پشیمانی اور کچھ نہ ہوگا۔

احسانات ربانی کا بدلہ دینے کی کوشش کیجئے: خداوند، قاضی الحاجات، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک سب کی حاجت روائی کرتا رہا، بلکہ علاوہ حاجت روائی تمہارے خوشنودی خاطر (کیلئے) کیسی کیسی لذتوں کی چیزیں بنائیں اور اس زمانہ سے لیکر آج تک کبھی دریغ نہ کیا، سر سے لے کر پاؤں تک آنکھ، ناک، کان وغیرہ ہزاروں نعمتیں ایسی دے رکھی ہیں کہ نہ کسی دوکان پر مل سکیں، نہ کسی کار گیر سے بن سکیں، اور زمین سے لے کر آسمان تک پانی، ہوا، سورج، چاند وغیرہ بلکہ خود زمین اور نباتات وغیرہ لاکھوں نعمتیں دے رکھی ہیں کہ ضروری بھی حد سے زیادہ اور پھر ارزاں بھی حد سے زیادہ، اور نہ کسی دوکان پر مل سکیں، نہ کسی کاری گر سے بن سکیں۔ غرض خداوند عالم نے اس زمانہ سے لے کر ایسے ایسے احسان کئے اور کئے چلا جاتا ہے، اور تمہارا ہمارا حال یہ ہے کہ جان چڑائے پھرتے ہیں، نہ جان دے سکیں نہ مال دے سکیں۔ جب سے ہندوستان میں اسلام آیا اس روز سے لے کر کبھی اسلام کی تقویت یا حفاظت کا خرچ یا حرمین شریفین کی تعمیر یا حفاظت کا خرچ کسی مسلمان کے ذمہ نہیں پڑا، ایک یہ خرچ آیا ہے سو اس میں یہ پہلو تہی ہے۔ کچھ خدا سے حیا کرو، کیا اس کے ان احسانات بے پایاں کا بھی بدلہ ہے، کیا اس کے ان انعامات بیکراں کا یہی صلہ

ہے، اسی کے مال میں سے اسی کے کام میں درلغ، اس سے زیادہ اور کیا بے حیائی ہوگی۔ خدا کے میں بہانہ مت کرو، ایسا نہ ہو، خداوند عالم کسی بہانہ سے اپنے احسانوں میں درلغ کرنے لگے۔

روس کی کامیابی اور مجاہدین کی ناکامی کی صورت میں ملت کو کس خطرہ کا سامنا ہے

اس وقت ضرورت میں اس مصرف بڑھ کر اور کوئی مصرف نہیں۔ اگر خدا نخواستہ روس فتحیاب ہوا تو پھر خاک پاک حر

شریفین بھی بظاہر اس کے گھوڑوں کی پامال ہوتی نظر آتی ہے، اس صورت میں کیا صاحب فہم، دار کے خیال میں یہ بات آسکتی ہے کہ اور کوئی مصرف اس مصرف سے زیادہ بہتر ہے۔ تو مساجد نہ ہوگی تو کیا ہوگا، مسجدوں کی کون سی کمی ہے جو اور ضرورت ہے، پہلے ہی ہزار ویران پڑی ہیں۔ اور اگر ضرورت مسجد ہو بھی تو کہیں اس ضرورت کے ہم سنگ ہوگی، کہ اندیہ پامال خاکِ حرمین شریفین سر پر آگاہ، سود و موسکین اگر نہ کھلائے گئے تو کیا ہوگا، ایک وقت کھانے میں کیا زندگانی جاودانی میسر آتی ہے، اور ایک وقت نہ کھائے تو کیا کسی کو موت کھا جاتی ہے اور اگر ضرورت ہو بھی تو کیا اس سے زیادہ اندیشہ مذکور جان گراں ہے۔

اگر بالفرض بوجہ بھوک و پیاس کسی کی جان تلف بھی ہو گئی، تو ایک مسلم تلف ہو گیا، یاد اس بیس سو پچاس تلف ہو گئے۔ پر خدا نخواستہ اگر روس غالب آگیا تو یوں کہو چند روز میں اسلام روئے زمین سے اٹھ گیا، اور اگر یہ باتیں محض خالی معلوم ہوتی ہیں اور اس وجہ سے قابل اعتبار نہیں تو خود قرآن کو دیکھ لیجئے، اس میں فرماتے ہیں:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الْخ

دینی خدمات خصوصاً جہاد کے موقع پر ان آیات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تعمیر مساجد کس خدمت کو اولیت اور اہمیت ہے

اور حجاج کو پانی پلانا جہاد کے برابر نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ جہاد مالی ہو یا جانی اس سے بڑھ کر ہے۔ اب خیال فرمائیے خدا کے مکانوں کی خبر گیری اور خدمت گزاری کیوں کر برابر ہو سکتے ہیں، اور جب مہمان بھی ہم سنگ نہیں، تو مساکین تو

کس شمار میں ہیں، کیوں کہ مہمان داری اور مسکینوں کی خبر داری سے خدا کے نزدیک بھی افضل اور دنیا کے نزدیک بھی افضل مگر اور مہمانوں سے خدا کے مہمان یعنی حجاج افضل، بسبب ان کے بھی یہ مصرف افضل ہوا تو اور کس شمار میں رہے۔ علیٰ ہذا القیاس تعمیر مسجد الحرام جب اس مصرف کے برابر نہ ہوا تو اور مساجد کا کیا ذکر ہے۔

بہر حال عقل سے دیکھو یا نقل سے یہ مصرف سب مصرفوں سے افضل ہے، خاص کر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ شوکت اسلام اور مقابلہ حرین شریفین اس زمانہ میں سلطنت روم کے ساتھ ہے۔ اگر خدا نخواستہ یہ سلطنت نہ ہوئی تو نہ اس کی شوکت رہے گی اور نہ حرین کی عزت رہے گی، تو پھر یہ امداد ہر عقل والے کو فرض معلوم ہوگی۔

اس لئے یہ گزارش ہے اگر خدا کی مغفرت کے امیدوار اور اس کے حبیب ﷺ کے شفاعت کے خواستگار ہو تو حرین شریفین کے حفاظت میں جان نہیں، مال ہی سے مدد کرو۔ بالکل بے حیانہ بنو، کچھ تو شرم کرو۔ اوروں سے نہیں شرماؤ تو خدا اور رسول ﷺ ہی سے شرماؤ، یوں ہاتھ سے مال جو ہاتھ کا میل ہے، نہیں چھوٹا، تو ان ننھے ننھے بچوں کی آہ و زاری پر رحم کرو جن کے باپ خدا کی راہ میں خاک و خون میں تڑپ تڑپ کر مر گئے، ان بیویوں کی بے کسی ہی پر رحم کرو، جن کے خاوندان کو تنہا چھوڑ کر خدا کی راہ میں اپنا جان و مال نثار کر گئے۔ یوں بھی غیرت نہیں آتی، تو یہی خیال کرو کہ ہزاروں غرباء نے باوجود افلاس اپنا پیٹ کاٹ کر تھوڑا تھوڑا کر کے ہزاروں روپیہ جمع کر دئے، جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے اور بھی کچھ نہیں ہو سکتا تو زکوٰۃ ہی عنایت کرو، ایسے مصارف میں زکوٰۃ بھی جائز ہے۔ الغرض بہانوں کو جانے دو۔ وقت ہمت ہے ملانے کا وقت نہیں!

بلقان (ترک) اگر دنیاوی مقصد کے لئے بھی | یہ کیا وہم ہے کہ ترک دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں، دین کے لئے لڑتے تو ہم لڑ رہے ہوں، تب بھی ان کا تعاون واجب ہے | مدد کرتے۔ کیا تم کو ان کی نیتوں کی خبر

ہو گئی ہے جو یہ بدگمانی ہے، کیا بدگمانیوں کی ممانعت کی تم کو خبر نہیں، اور اگر یہ بدگمانی فرض کرو صحیح بھی ہو تو کیا عجائب ترک ہندو معماروں سے بھی گئے گزرے، اگر کوئی ہندو معمار مسجد بناتا ہے

تو اس کی تنخواہ پر امید ثواب نہیں، وہ اپنے پیٹ کے لئے کام کرتا ہے، دنیا کے لئے مرتا کھیتا ہے، مگر یوں سمجھ کر کہ آخر ہماری ہی مسجد بناتا ہے کس خوشی اور کس امید پر اس کو روپیہ دیتے ہو۔ یہاں بھی اگر یہی سمجھ لو تو کیا بیجا، شجاعان ترک اگر دنیا کے لئے مرتے مارتے ہیں، تو کیا ہوا تمہارا ہی دین شرکفار سے محفوظ ہوتا ہے، تمہارا ہی کعبہ و قبلہ اور تمہارا ہی مدینہ منورہ اور تمہارے ہی نبی پاک شہ لولاک ﷺ کا روضہ مطہرہ کی عزت اور حرمت قائم رہتی ہے۔ بالجمہ ہمت نہ ہارو، قلیل و کثیر جس قدر ہو سکے، عطا کرو۔ واللہ الموفق لمن یشاء:

فرد حساب جمع خرچ چندہ محروان عساکر سلطانی

(تین ہزار نو سو اٹھاسی روپے، ساڑھے پندرہ آنہ ۱۵/۳۹۸۸)

- از ساکنان قصبہ دیوبند، ضلع سہارنپور آٹھ سو چوٹھ روپے، ۱۳ آنہ ۸۶۳
- مدرسہ ان و مہتممان مدرسہ عربی دیوبند ایک سو تیرہ روپے، ۱۲ آنہ ۱۱۳
- از طلبہ مدرسہ عربی دیوبند ایک سو چوالیس روپے، ۹ آنہ ۱۴۴
- از قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور، معرفت جناب مولوی محمد قاسم صاحب پانچ سو بیسٹھ روپے، ۴ آنہ ۵۶۵
- از مظفرنگر و متعلقہ اش (معرفت مولوی محمد الدین و مولوی محمد منعم صاحبان) بارہ سو باسٹھ روپے، ۱۵ آنہ ۱۲۶۲
- از تھانہ بھون ضلع مظفرنگر (معرفت مولوی فتح محمد صاحب) ایک سو بارہ روپے، ۵ آنہ ۱۱۲
- از خاص سہارنپور (معرفت مولوی جمال الدین صاحب) تہتر روپے، ۷ آنہ ۷۳
- از قصبہ نگور ضلع سہارنپور (معرفت حافظ نظیر احمد و قاضی عنایت علی صاحب) پینتالیس روپے ساڑھے پندرہ آنہ ۳۵
- از اکبر آباد: (معرفت منشی عبدالرزاق) پچیس روپے، ۸ آنہ ۵۵
- از موضع پھلاوہ، لاہور ضلع میرٹھ (معرفت میر بدایت علی صاحب و سعادت علی صاحب) تھیر روپے، ۸ آنہ ۷۶
- از قصبہ پور (قاضی) ضلع مظفرنگر (معرفت حکیم محمد اکبر صاحب) پینتالیس روپے، ۱ آنہ ۳۵
- از امر وہہ ضلع مراد آباد (معرفت مولوی احمد حسن صاحب)
- از ہیر پور (معرفت منشی صادق علی صاحب) بیس روپے، ۲۰
- از نور اللہ خاں صاحب رئیس میرٹھ پچیس روپے، ۲۵

- از شامی، ضلع مظفر نگر (معرفت حافظ محمد حسین صاحب) اٹھائیس روپے، ۱۲/ آنہ ۲۸/
- از جوالا پور ضلع سہارن پور (معرفت مولوی منظور احمد صاحب) چالیس روپے، ۱۵/ آنہ ۴۰/
- از قصبہ گلاٹھی ضلع بلند شہر (معرفت نثی سید مہربان علی صاحب) ایک سو بیس روپے، ۱۵/ آنہ ۱۲۰/
- از مولوی الہی خیر صاحب رئیس مارہرہ ضلع ایٹہ اڑتیس روپے، ساڑھے تین آنہ ۳۸/
- از قصبہ ابھٹہ ضلع سہارن پور (معرفت مولوی صدیق علی و حافظ محمد علی صاحب) ایک سو پینسٹھ روپے، ۴/ آنہ ۱۶۵/
- از قصبہ باپوڑ ضلع میرٹھ (معرفت نثی الطاف علی صاحب) نوے روپے، ۹۰/
- از قصبہ راجو پور ضلع سہارن پور (معرفت نثی محمد اسماعیل صاحب) پینسٹھ روپے، ۲/ آنہ ۶۵/
- از سرشتہ تعلیم (معرفت نثی فضل حق صاحب) پینسٹھ روپے، ساڑھے ۱۲/ آنہ ۶۵/
- از موضع گھوگر کی ضلع سہانپور بائیس روپے، ۵/ آنہ ۲۲/
- از موضع دھن پورہ ضلع سہارن پور (معرفت خلیفہ بشیر احمد صاحب) گیارہ روپے، ۱۱/
- از قصبہ ٹاہر ضلع شاہ جہاں پور (معرفت مولوی عبدالحق صاحب) سات روپے، ۷/
- از موضع پلڑہ ضلع سہارن پور (معرفت جہوں خاں صاحب) چوتھ روپے، ۹/ آنہ ۷۴/
- از راولد علی خاں صاحب، مالک کارخانہ شکر سہارن پور چھیا سٹھ روپے، ۱۲/ آنہ ۶۶/
- (مجموعہ رقومات درج بالا) تین ہزار نو سو اٹھاسی روپے ۳۹۸۸/۔

ارسال نقد بخدمت جناب سر شہبند ر، حسین حبیب صاحب بہادر، مقیم بمبئی
(تین ہزار نو چھیا سٹھ روپے، ۳۹۶۶)

- بتاریخ ۲۹ رذی الحجہ ۱۲۹۳ھ (رسید از محرم الحرام ۱۲۹۴ھ) ایک ہزار دو سو روپے، ۱۲۰۰/
- بتاریخ ۲۹ محرم ۱۲۹۴ھ (مندرجہ مورخہ ۱۶ صفر ۱۲۹۴ھ) دو سو روپے، ۲۰۰/
- بتاریخ ۷ ربیع الثانی (مندرجہ رسید مورخہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ) نو سو پینتالیس روپے، ۹۴۵/
- بتاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ (مندرجہ رسید مورخہ یکم جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ) آٹھ سو پچپن روپے، ۸۵۵/
- بتاریخ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ (مندرجہ رسید مورخہ یکم جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ) ساٹھ روپے، ۱۲/ آنہ ۶۰/

بتاریخ ۲۵ جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ (مندرجہ رسید مورخہ ۲ رجب المرجب ۱۲۹۴ھ)

آٹھ سو پینتیس روپے، ۷ آنہ

بتاریخ ۲۵ جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ (مندرجہ رسید مورخہ ۲ رجب المرجب ۱۲۹۴ھ)

چوہتر روپے، ۹ آنہ

خرچ متفرق

بائیس روپے، ساڑھے ۳ آنہ / ۲۲

مندرجہ رسیدات بضمن رسید سوم ۲۸-۲ آنہ / ۴ جو رسیدات آئندہ میں اللہ چاہے درج ہو
محصول خطوط ٹکٹ رجسٹری وغیرہ، ساڑھے گیارہ آنہ / ۵ کاغذ برائے خطوط۔ ٹکٹ رجسٹری وغ
بابت کرایہ آمد و رفت جہت سے چندہ ساڑھے ۱۰ آنہ / ۱، بابت درآمد و رفت برائے
چندہ، ۱۴ آنہ / ۱ اسرات نوٹ

قیمت شہداء علماء استنبول و سجادہ نشین (بغداد شریف، تعدادی ایک صد عدد) ساڑھے ۳ آنہ / ۳
اجر طبع شکر یہ مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً (تعدادی پانچ صد عدد) سات آنہ / ۴

نقل رسیدات جناب سر شہبندر، دولت علیہ عثمانیہ، حسین حبیب صاحب آفندی بہادر
سفر باتوقیر حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ مقیم بمبئی

سفر خلافت عثمانیہ کے شکریہ کے خطوط اور رقم کی رسیدیں رسید اول

جناب فضل مآب حاجی محمد عابد صاحب، و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب، و مولوی محمد
قاسم صاحب، و مولوی محمد رفیع الدین صاحب۔ مہتممان مدرسہ عربی، دیوبند سلمہ اللہ تعالیٰ!
بعد سلام مسنون الاسلام! موضوع باد کہ مکتوب بہجت اسلوب آن حضرات مع مبلغ ایک
ہزار دو صد روپیہ نوٹ بنگالی کہ بمبراد ارسال آں بہ باب عالی برائے مجروحین و ایتام دار اہل
عسا کہ منصورہ صرف شود، مرسول بود، موصول گردید۔

حقیقتاً مساعی جمیلہ آن حضرات کہ بمقتضائے حمیت دینیہ بظہور آمدہ، مستحق ممنونیت مشکوریت

ہست و بحول اللہ تعالیٰ مبلغ مذکور حسب خواہش بہ باب عالی تبلیغ میکنم، و رسیدی کہ از آں جای رسد و رقب موصول آں حضرات خواہد شد و در جواب ہم نشر خواہد گردید۔ وہم چنین ہر مبلغی کہ حسب تحریر ایشان رسیدہ باشد، انشاء اللہ تعالیٰ مع الافتخار در تبلیغ آں در لغ نخواہد روداد۔ زیادہ والسلام!

مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ

حسین حبیب

سر شہبندر، دولت عثمانیہ علیہ۔ در بھئی

نقل رسید جناب کونسلر جنرل، دولت عثمانیہ

حسین حبیب آفندی بہادر

(سفیر محترم، حضرت سلطان روم ترکی، مقیم بھئی)

بادشاہی پرچم کا نشان

پہلے خط اور رسید کا ترجمہ۔
جناب فضائل مآب حاجی محمد عابد صاحب و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی رفیع الدین صاحب مہتممان مدرسہ عربیہ دیوبند بعد سلام مسنون۔ واضح ہو کہ آپ صاحبان کا نفیس خط ایک ہزار، دو سو روپے کے بنگالی نوٹ کے ساتھ ملا، جس کے روانہ کرنے کا مقصد ہمارے باب عالی (عالم اسلام کے سیاسی مرکز اور خلیفہ ترکی کے دفتر) سے وابستہ زخیوں، یتیموں اور لشکر کے متعلقین پر خرچ ہے، وصول ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ سب کی یہ کوششیں جو دینی حمیت کی وجہ سے ظہور میں آئی ہیں ممنونیت اور شکر کی مستحق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے (میں) اس رقم کو آپ صاحبان کی خواہش کے مطابق باب عالی بھیج دوں گا اور وہ رسید جو باب عالی سے آئے گی، ملتے ہی آپ صاحبان کو بھیج دی جائے گی اور الجوائب (ترکی حکومت کے سرکاری اخبار) میں بھی چھاپ دیا جائے گا۔

اور اسی طرح ہر وہ رقم جو آپ کی تحریرات کے مطابق ارسال کی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ عزت و احترام کے ساتھ (وصول کی جائے گی اور) اس کی روانگی میں کوتاہی کو موقع نہیں دیا جائے گا۔

زیادہ (کیا لکھوں)

والسلام

حسین حبیب، سر شہبندر، دولت عثمانیہ

۱۱ محرم الحرام ۱۲۹۳ھ

دوسرا خط اور رسید

جناب فضائل مآب مولوی محمد قاسم صاحب، و مولوی محمد یعقوب صاحب، و مولوی محمد رفیع الدین صاحب و محمد عابد صاحب

مہتممان مدرسہ عربی دیوبند، سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون الاسلام! مشہود باد کہ مبلغ دو سو روپیہ بابت اعانت عساکر، قسط دوم کہ ارہ فرمودند موصول گردید، و روانہ کردہ شد، خاطر شریف جمع دارند۔ و انچہ از اظہار مہربانی ہا کہ بہ نسبت فرمودہ اند گویا بلسان حال من اظہار بزرگی و شرف خود فرمودہ اند، ایزد تعالیٰ توفیق خیر مزید گرداند۔ والسلام سر شہبندر، دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

۱۶ صفر الخیر ۱۲۹۳ھ

دوسرے خط اور رسید کا ترجمہ

جناب فضائل مآب، مولوی محمد قاسم صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی رفیع الدین صاحب و محمد عابد صاحب۔ مہتممان مدرسہ عربی دیوبند سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ مبلغ دو سو روپے، جو ترکی کی فونج کی مدد کے لئے بھیجا ہے، مل گیا ہے اور (باب عالی) روانہ کر دیا ہے، اطمینان فرمائیں۔ اور جو کچھ کہ عنایات اور کلمات لطف میرے متعلق فرمائے ہیں وہ گویا میری زبان سے اپنی بزرگی اور شرافت ظاہر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر کی توفیق میں اضافہ فرمائے۔

والسلام

۱۶ صفر ۱۲۹۳ھ

کونسلر جنرل، حکومت ترکی، بمبئی

تیسرا خط اور رسید:

رسید سوم

سر شہبند ر، دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

حضرات فضائل مآب جناب مولوی محمد قاسم صاحب، و جناب مولوی محمد رفیع الدین صاحب، و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب، و جناب حاجی محمد عابد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ
رقیم کریم آں حضرات مع رقم نہہ صد و چہل و پنج روپیہ نقد کہ مع مصارف مرقومہ نہہ صد و شصت و سہ روپیہ و یک آنہ میشود، موصول گردید، و باعث خوشنودی باشد۔ ایزد تعالیٰ فائز اجر جزیل و ذکر جمیل کناد۔

و چنانچہ معلوم است رقم چہارہ صدر و پیہ کہ اول و دوم دفعہ کردہ فرستادہ بودند، موصول دار الخلافہ شدہ بمجلس اعانت حربیہ سپردہ شد۔ چنانچہ تفصیل آں در اخبار دار الخلافہ در عدد ہفتم مسمطور شدہ، و یقین کہ از ملاحظہ عالی گزشتہ باشد۔ و ایں رقم نیز مع رقوم دیگر کہ از اطراف ہندوستان رسیدہ کہ منجملہ آں پنجہ ہزار روپیہ زر تبرعہ جناب معلی القاب نواب صاحب والی رام پور است، عنقریب برسول خواہد شد، و رسید ہارسیدہ خواہد شد، خاطر شریف جمع دارند۔ والسلام

۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۳ھ

حسین حبیب

سر شہبند ر، دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

تیسرا خط اور رسید کا ترجمہ

نمبر ۱۱۰/۲۶۰

فضائل کی علامت، جناب مولوی محمد قاسم صاحب، و جناب مولوی محمد رفیع الدین صاحب، و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب، و جناب حاجی محمد عابد صاحب۔

آپ صاحبان کا محترم عنایت نامہ، نو سو پینتالیس روپے نقد جو لکھے ہوئے اخراجات شامل کر کے، نو سو ترسٹھ روپے ایک آنہ ہوتے ہیں، مل گئے اور خوشی کا سبب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ یہ رقم

(دینے والوں کو) بہترین اجر پر فائز فرمائے اور ان کا بہترین ذکر فرمائے۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ رقم چودہ سو روپے جو پہلے دو دفعہ کر کے روانہ کئے گئے تھے، دارا (باب عالی ترکی) میں پہنچ گئے اور جنگ کی مدد کرنے والی مجلس کے سپرد کر دئے گئے۔ اس کی تفصیل دار الخلافہ کے اخبار کے سترہویں (۷۱) شمارہ میں لکھی گئی ہے (۱) اور یقیناً یہ (اخبار تفصیل) ملاحظہ سے گزری ہوگی، اور یہ رقم بھی اور رقومات کے ساتھ جو ہندو کے مختلف حصوں سے پہنچی ہیں، جس میں سے وہ پچاس ہزار روپے کی عنایت بھی ہے جو صاحب رام پور کی طرف سے عنقریب (دار الخلافہ) روانہ ہوگی، اور ان کی رسیدیں رسید و ترتیب کے مطابق روانہ کی جائیں گی۔ اطمینان فرمائیں

والسلام

۵ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

چوتھا خط اور رسید مرسلہ رقم:

رسید چہارم

جناب حمیت و فضیلت مآب مولوی محمد قاسم صاحب، مولوی محمد رفیع الدین صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد عابد صاحب سلمہ المنان،

مہتممان مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند

بعد سلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ! موضوع خاطر باد کہ رقم کریم مورخہ دہم شہر: الاول ۱۲۹۴ھ، مع یازدہ قطعات کرنسی نوٹ، تعدادی ہفت صد و پنجاہ و پنج روپیہ حسب تف ذیل کہ از روئے حمیت دینی و ہمدردی برادران اسلام برائے مجروحین و ایتام عسا کر نصرت حضرت ظل الہی مرسول بود، موصول گردید۔

انشاء اللہ مبلغ مذکور مع الافتخار بتاریخ ۲۵ جون رواں بھل مقصود ارسال خواہم دارا و رسید کہ از باب عالی می رسد در عقب فرستادہ خواہد شد۔

(۱) الجواب، دار الخلافہ عثمانیہ، ترکی کا سرکاری ترجمان تھا جس میں سرکاری اطلاعات اور حکومت کے مسائل و احوال کا ذکر ہوتا

از مہتممان و مدرسان مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند: بتیس روپے بارہ آنے / ۳۲۔ از طلبہ مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند اکیس روپے سوا چار آنے / ۲۱۔

از ساکنان دیوبند دو سوانچاس روپے، ساٹھ آٹھ آنے / ۲۴۹۔ از مظفر نگر تین سو پینتالیس روپے، دو آنے / ۳۵۵۔ از اکبر آباد پچپن روپے از پھلاوہ ضلع میرٹھ سینتیس روپے ساڑھے آٹھ آنے / ۳۷۔ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر تینتیس روپے تیرہ آنے۔

والسلام

المرقوم یکم جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۷۷ء

حسین حیب

سر شہبندر، دولت علیہ عثمانیہ، در بمبئی

چوتھے خط اور رسید کا ترجمہ

۵۲۰/۱۷۰

حمیت و فضیلت مآب، جناب مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد رفیع الدین صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی محمد عابد صاحب مہتممان مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد معلوم ہو کہ آپ صاحبان کا گرامی نامہ جو ۱۰ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ (۲۴ مئی ۱۸۷۷ء) کا لکھا ہوا ہے، گیارہ عدد کرنسی نوٹوں کے ساتھ جس کی مقدار سات سو پچھتر ۷۷۵ روپے ہے، درج ذیل تفصیل کے مطابق جو حضرت سایہ الہی (خلیفۃ المسلمین) کے لشکر کے زخیبوں اور یتیموں کے لئے حمیت دینی اور اسلامی بھائیوں کی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، مل گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ روانہ کی گئی یہ رقم اعزاز کے ساتھ ۲۵ جون ۱۸۷۷ء (۱۳ جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ) کو اس کی منزل مقصود کے لئے روانہ کر دوں گا اور وہ رسید جو باب عالی (آستانہ ترکی) سے آئے گی، بعد میں بھیج دی جائے گی۔

تفصیل

مہتممان مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند کی طرف سے بتیس روپے بارہ آنے / ۳۲

مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے طلبہ کی جانب سے اکیس روپے، ساڑھے چار آنے / ۲۱

ساکنان دیوبند کی جانب سے دوسوا نچاس روپے، آٹھ آنے / ۲۴۹
 مظفر نگر سے تین سو پینتالیس روپے دو آنے / ۳۴۵
 اکبر آباد سے پچپن روپے / ۵۵
 پھلاودہ ضلع میرٹھ سے سینتیس روپے، ساڑھے آٹھ آنے / ۳۷
 تھانہ بھون ضلع مظفر نگر سے تینتیس روپے تیرہ آنے / ۳۲
 والسلام

مکتوبہ، یکم جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ، ۱۳/ جون ۱۸۷۷ء

رسید پنجم ۵۲۱-۱-۱۷

پانچواں خط اور رسید رقم

جناب حمیت مآب امداد علی خاں صاحب، مالک کارخانہ شکر م سہارنپور
 سلامت باشند

بعد سلام مسنون! موضوع آنکہ مرسلہ جناب یعنی رقم شصت و شش روپیہ دوازدہ آنہ کہ
 برائے مصارف یتیمان و بیوگان عساکر نصرت مآثر حضرت خلافت پناہی کہ از راہ جمعیت دینی
 مرسل بود، وصول گردید۔ انشاء اللہ العزیز مبلغ مذکور بتاریخ ۲۵/ جون رواں بحال مقصود روانہ
 خواہد شد، ورسیدے کہ از باب عالی می آید، متعاقب فرستادہ می شود۔ والسلام

المرقوم ۱۳/ جون ۱۸۷۷ء

۵۲۱/۱۷۱

پانچویں خط اور رسید کا ترجمہ

جناب حمیت مآب، امداد علی خاں صاحب مالک کارخانہ شکر م سہارنپور — بخیریت ہوں
 گے؟ سلام مسنون کے بعد معلوم ہو کہ جناب کی بھیجی ہوئی رقم چھیا سٹھ روپے، بارہ آنہ، جو
 خلیفۃ المسلمین کی فوجوں کے یتیموں اور بیواؤں کے خرچ کے لئے، دینی یک جہتی کے خیال سے
 روانہ کی گئی تھی، مل گئی ہے۔

انشاء اللہ العزیز، روانہ کی ہوئی یہ رقم، ۲۵/ جون کو اپنی منزل کے لئے روانہ ہوگی اور جو
 رسید باب عالی سے آئے گی، بعد میں بھیج دی جائے گی۔

۱۳/ جون ۱۸۷۷ء

۶۳۳/۲۸۳

نقل رسید ششم

چھٹا خط اور رسید رقم

جناب فضائل مآب مولوی محمد قاسم صاحب، و مولوی رفیع الدین صاحب، و مولوی محمد یعقوب صاحب، و حاجی محمد عابد صاحب! مہتممان مدرسہ اسلامیہ دیوبند، و اراکین انجمن تائید مجروحان و ایام دار اہل عساکر سلطانی، سلمہم اللہ تعالیٰ!

رقم ہشت صدر روپیہ کہ ہفت صد و ست و پچا ہ روپیہ و ہفت آنہ، مرسلہ انجمن آل حضرات بود، مع ہفت و چہار روپیہ و نہ آنہ مرسلہ جیون خان صاحب موصول گردید۔ و بطور سابق بہ باب عالی ارسال داشتہ خواہد شد، تا در مصرف مذکور صرف کردہ آید۔ و رسید جیون خان صاحب علیحدہ حسب درخواست حضرات مصحوب این مکتوب فرستادہ شدہ، و رسیدات قسط اوّل کہ عبارت از دوازده صدر روپیہ، و رقم دیگر دو صدر روپیہ بود از باب عالی رسیدہ، و بہ آل بزرگواران مع محفوظیت تامہ ذات جلالت سمات پناہی روانہ گردیدہ، امید کہ دیدنش باعث مسروریت خواہد شد، زیادہ ایزد تقدس و تعالیٰ اجر جزیل مرحمت فرماید۔

والسلام فی ۲۲ رجب ۱۲۹۴ھ

سرشبہند ر، دولت عثمانیہ در بمبئی

۶۳۳/۲۸۳

چھٹے خط اور رسید کا ترجمہ

جناب فضائل مآب مولوی محمد قاسم صاحب، و مولوی محمد رفیع الدین صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب

مہتممان مدرسہ اسلامیہ دیوبند

اور اراکین، انجمن مددِ خمیان و یتامی، و اہل لشکر (سلطان ترکی)

رقم آٹھ سو روپے جس میں سات سو پچیس روپے سات آنہ، آپ صاحبان کی انجمن کے روانہ ہوئے تھے، مع چوتھ سو روپے نو آنہ کے، جو جیون خان صاحب کے بھیجے ہوئے تھے مل گئے ہیں اور پچھلی رقموں کی طرح باب عالی کو روانہ کر دیئے جائیں گے، تاکہ مذکورہ مصرف میں

خرج کئے جائیں۔ اور جیون خاں صاحب کی رسید یہ خط لکھنے والے رفقا کی گذارش کے مطابق علیحدہ روانہ ہوگی۔

اور پہلی قسط کی رقم بارہ سو روپے کی رسید اور دوسری رسید دو سو روپے کی تھی، باب عالی سے آگئی ہے اور ان بزرگواروں کو صدارت پناہ (صدر اعظم) کے والا نامہ کے ساتھ روانہ کی گئی ہے، امید ہے کہ اس خط (اور رسید) کا دیکھنا خوشی کا سبب ہوگا۔ زیادہ کیا لکھوں، حق تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے۔
والسلام

۲۱ رجب ۱۲۹۴ھ (۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء)

ساتواں خط اور رسید نقل رسید ششم ۲۸۴ — ۶۳۳۴

جناب حمیت مآب جیون خاں صاحب سلامت باشندہ.....

رقم ہفتاد و چہار روپیہ و نہ آنہ کہ بہ معرفت حضرات فضائل سمات مہتممان مدرسہ اسلامیہ دیوبند موصول گردید، خاطر شریف جمع دارند۔ انشاء اللہ تعالیٰ مع الامینۃ التامہ باب عالی فرستادہ خواہد شد، تا بہ مجلس اعانت حربیہ سپردہ آید، و در مصرف مذکور صرف کردہ شود، و رسید مبلغ مذکور چہیں کہ می رسد، فرستادہ خواہد شد۔
والسلام

۳۱ رجب ۱۲۹۴ھ

سر شہبندر، دولت علیہ عثمانیہ در بمبئی

حسین حبیب

ساتویں خط اور رسید کا ترجمہ نمبر ۲۸۴ / ۶۳۳۴

حمیت مآب، جناب جیون خاں صاحب! بعافیت ہوں گے؟

رقم چہتر روپے نو آنہ جو کہ مہتممان مدرسہ اسلامیہ دیوبند کی معرفت روانہ کی گئی تھی، مل گئی ہے، اطمینان رکھئے۔

انشاء اللہ پوری دیانت کے ساتھ باب عالی کو روانہ کی جائے گی، تاکہ مجلس مددگار جنگ کے سپرد کردی جائے اور مذکورہ (مقررہ) جگہ پر خرچ ہو اور اس رقم کی رسید جب پہنچے گی، بھیج دی جائے گی۔
والسلام

۲۲ رجب ۱۲۹۴ھ (۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء)

کونسلر جنرل حکومت عثمانیہ، بمبئی۔ حسین حبیب

وزیر اعظم خلافت عثمانیہ کا شکریہ کا خط: واضح ہو کہ دفتر خاص باب عالی، شاہنشاہ ظل الہی سلطان روم خلد اللہ ملکہ سے بھی رسیدات آئیں، چوں کہ وہ زبان ترکی میں ہیں، ان کا تلفظ اور تفہم دشوار ہے اس لئے انہیں نقل نہیں کیا۔ مگر شکریہ وزیر اعظم سلطنت روم باب عالی سے عبارت فارسی عز و ود لایا اور باعث افتخار ہندوستان ہے، نقل کرتے ہیں:

شکریہ از جانب

دستور معظم، صدر اعظم، جناب ابراہیم ادہم صاحب بہادر لازال ظل کرمہ

جناب مدرسان مدرسہ دیوبند، ضلع سہارن پور۔ فضیلت مآبان صاحب۔

اعانت نقدیہ بجمت اولاد و عیال عسا کر شاہانہ کہ در جنگ سرلستان شربت شہادت نوشیدہ بودند، پیش ازین فراہم آوردہ ارسال فرمودہ بودید، تمامی واصل گردید۔ برائے توزیع آں باب استحقاق بانجمن مخصوص تسلیم نمودہ شد، و ازین ہمت فتوت مندانہ کہ مجرد از غیرت دینیہ و حمیت اسلامیہ شامبو قوع آمدہ است، ہمہ وکلای دولت علیہ عثمانیہ فرحتاک گشتہ، و علی الخصوص بدرجہ کمال ہادی خوشنودیت این مخلص بے ریا گردیدہ است۔

مبلغ مرسول علاوہ بر آنکہ باضطراب محتاجین تخفیفے بہم رسانیدہ، کسانیکہ ازین اعانت حصہ دار شدند بملاحظہ آنکہ در ممالک بعید و ہندوستان برادران دینی ہستند کہ بر حال پر ملال بچشم تاسف نگاہ می کنند، و بر زخم ہائے کہ از دشمنان دین خوردہ ایم، مرہم تسلیت می نہند، اظہار مزید شکرانیت کردند و اشک رقت ریختہ حصہ خود شانرا اگر قند، بنا بریں از جناب رب مستعان کہ نصیر

وظہیر یگانہ گویان است، التماس آں دارم کہ سعی جمیل شاعند اللہ مشکور گشتہ، در دنیا و عقبی مظهر اجر
جزیل باشید۔ والسلام

۹ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

عن دار الخلافه العلیه العثمانیه

وزیر اعظم ابراہیم ادہم

ترجمہ

مکتوب وزیر اعظم حکومت عثمانیہ (ابراہیم ادہم) ترکی کا شکریہ کا خط جناب۔ مدرسین مدرسہ
دیوبند ضلع سہارن پور!

فاضلان محترم! نقد تعاون (اور امداد) کی رقم شاہی فوج کے ایسے جوانوں کی اولاد اور اہل
خاندان کے لئے، جنہوں نے سرستان کی جنگ میں شہادت کا جام پی لیا ہے اور اس سے پہلے ہی
جو رقم اکٹھی کر کے روانہ فرمائی تھی، سب پوری مل گئی ہے اور اس سخاوت نشان ہمت سے جو آپ
صاحبان کی غیرت دینی اور حمیت اسلامی کی وجہ سے وجود میں آئی ہے، عثمانی حکومت کے سب
نمائندے بہت خوش ہوئے ہیں اور خاص طور سے مجھ مخلص کی انتہائی مسرت کا سبب ہوئی ہے۔
روانہ کی گئی رقم اس کے علاوہ کہ اس کو وصول کر کے ضرورت مندوں کو اپنی تکلیف اور
نقصان میں (کسی قدر) کمی کا احساس ہوگا، یہ بات مزید تشکر کا سبب ہے کہ دور دراز ملکوں اور
ہندوستان میں ان کے دینی بھائی ہیں جو ہمارے خستہ حال سے غمگین ہیں اور ان زخموں پر جو ہم
(عثمانی فوجیوں اور ان کے اہل خاندان) نے دین کے دشمنوں سے کھائے ہیں، تسلی کا مرکز
رکھتے ہیں اور اپنے آنسو بہاتے ہوئے اس خدمت میں اپنا حصہ لے رہے ہیں۔

اس وجہ سے رب تعالیٰ شانہ سے جو مدد فرمانے والا اور ظاہر کرنے والا ہے یہ التجاء کر
ہوں کہ آپ صاحبان کی یہ مبارک کوشش حق تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو کر دنیا اور آخرت میں
اجر عظیم کی صورت میں ظاہر ہو۔
والسلام

۹ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

دار الخلافه عالیہ عثمانیہ۔ وزیر اعظم ابراہیم ادہم

شکریہ کے خط سے عزت افزائی پر کلمات تشکر شکریہ بجواب شکریہ از جانب مولوی محمد قاسم صاحب ودیگر مہتممان مدرسہ عربی دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
رفعت مآب، فلک قباب والا مناصب، عالی مراتب، حامی دین تین، معین شرع مبین، کیوان
مقام، مرتب انتقام، حاتم سخاوت، رستم شجاعت، طہاء غربا، ملاذ فقراء، دستور معظم، صدر اعظم، لازال
ظل کرمہ ممدود او نور حشمتہ محسوداً۔

نیاز کیشان اخلاص مند وسینہ ریشان درمند، حلقہ بگوشان درم ناخریدہ، وارز و مندان نادیدہ،
خواران دور افتادہ، وزاران دل بباد دادہ تسلیمات مسنونہ را بہزار نیاز و سوز و گداز آمیختہ و تعظیمات
مکنونہ از معدن صدق و صفا و اخلاص ایچختہ، بعر عرض باریاباں در دولت، و شرف ملاحظہ حاشیہ نشینان
بارگاہ شوکت می رسانند۔

روز جمعہ پانزدہم رجب ۱۲۹۳ھ ہجری علی صاحبہا الف الف صلوة سلام، و فرمان
والاشان کہ بچونامہ اعمال اصحاب الہدیین، تسلی بخش دل ہائے اندوہ گیں بود، نزول اجلال بسرو چشم
ذلیلان پرانگندہ حال فرمودہ۔ ذرہائے بمیقہ ار از خاک ذلت بآسمان عزت رسانید، و خاک نشینان
تیرہ بخت رار شک خورشید جہاں تاب گردانید۔ شکر ایں منت علیا از زبان از کجا آریم کہ اول متاع
قلیل ہماں۔ یگان ذلیل را زیر نگاہ قبول جادادند، و سپاس ایں عنایت عظمیٰ چگونہ گزاریم کہ باز،
بار سال فرمان جلیل متضمن قبول آنما یہ قلیل افتادگان خاک ذلت را بر چرخ نشانند:

ز قدر و شوکت سلطان نکشت چیزے کم کلاہ گوشہ دہقان بآسمان رسید

(مسرت) عید بایں روز مبارک نرسد کہ طراز رشک ہلال نور افزائی دل و دیدہ ہندیان خوار
گردید، و بخت ہمایوں بایں طالع نکو پہلو نزنند کہ ہماے اوج سعادت بال بسر بے سروسامان
زار و نزار کشید:

در ہر ذرہ آفتاب آمد بحر در خانہ حباب آمد

گرد بودیم رشک نور شدیم بر در قرب زرہ دور شدیم؟

قطرہ زار شد در نایاب زرہ خوار شد خور و مہتاب

افسوس نہ خزانہ قارون است کہ بریں سرفراز نامہ نثار سازیم، ونہ بخت ہمایوں است تا بدوش بجائے جان در سینہ نہیم، و از جان پردازیم۔ از بے خبری قطرہ بدریا سپردیم، مگر زہے عنایت کہ، ہچو دریا با غوشش کشیدند، و از بے عقلی زرہ پیش آفتاب برویم، مگر زہے کرم کہ بنور نظر عنایت رشک ماہ و کواکب گردانیدند۔

اے مخدوم امام! اے مطاع خاص و عام! دریں کدورت ہائے غم کہ باستماع اخبار دشت انگیز عبور روس از نہر انطونہ (.....) و پیش قدمی ہائے اد تا کوہ بلقان (.....) و عزل سردار اکرم و دیگر سرداران باوقار و فرار ساکنان اوڈریانوپل (ADRIANOPOLE) بر دل و بستگان نیاز تو بر تو افتادہ بود، و دریں پریشان ہائے الم کہ مردمان بے اعتبار بہ تلغراف ہائے پے در پے اخبار موحشہ بگوش خبر اندیشان و دور افتادہ رسانیدہ، دل شاں را بباد دادہ بودند، سرفراز نامہ علیاکبرے کرد کہ آب حیات باتن مردہ و باران بہار با سبزہ پڑ مردہ، مگر چوں اخلاص حلقہ بگوشان درم تا خریدہ ثابت دل رسیدہ، اگر کار پردازان تار تلغراف تکذیب اخبار سابقہ نمایند یا باخبار فتوح لاحقہ لشکر ظفر بیک کدورت غم را از دل اندوہ گینان نرزایندی ترسم کہ خار غم باز دل خستہ دلاں غلیدن گیرد۔

اے کاش! مشت خاک دور افتادگان خاکسار، و خوار، در جوار دولت نامدار افتد، یا تلغراف ہائے دولت علیہ اخبار صادقہ تسلی بخش دل ہائے افسردہ گردد۔ و زیادہ ہرزہ سرائی گستاخی است آفتاب اقبال دولت تاباں و در خشاں باد!

(بمطبع ہاشمی طبع شد)

ترجمہ: بلند مرتبہ، آسمان منزل، اونچے عہدوں پر فائز، عالی مقام، دین متین کے حامی، شریف کے مددگار، بادشاہوں کے مرتبہ والے، مرتج کی طرح بدلہ لینے کے ماہر، سخاوت میں حاتم، شجاعت میں رستم، غرباء کی پناہ گاہ، فقیروں کے مددگار، صاحب مسند عظیم، صدر اعظم جس کے

عنایات کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوا اور جن کی جاہ و حشمت ہمیشہ لائق رشک و حسد رہے۔

ہم مخلص نیاز مند جن کے سینے درد کی شدت سے چھلنی ہیں، جو بے خریدے درد دولت کے غلام بنے ہوئے ہیں، اور بے دیکھے امیدیں رکھنے والے ہیں، دور پڑے ہوئے کمزور بے حیثیت جن کے دل اڑے جاتے ہیں، ہزار بار نیاز مند یوں اور سوز و گداز سے آمیز کر کے تسلیمات مسنون عرض کرتے ہوئے اور خلوص دل کے ساتھ تعظیمات مناسب ادا کرتے ہوئے، درد دولت پر حاضری اور باریابی کی عزت حاصل کر کے اور بارگاہ عالی کے حاشیہ نشینوں کی طرح اک نگاہ کرم کی امید میں ضروری آداب دربار عالی میں پہنچا رہے ہیں۔

جمعہ کے دن ۱۵/رجب ۱۲۹۴ھ [۲۷ جولائی ۱۸۷۷ء] کو فرمان عالی شان نے جو دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پانے والے اصحاب کی طرح پریشان دل کو تسلی دینے والا تھا، ہم بے حیثیت و پریشان حال لوگوں پر جاہ و جلال کے ساتھ نزول فرمایا اور بے حقیقت ذروں کو ذلت کی مٹی سے اٹھا کر آسمان عزت تک پہنچا دیا اور زمین پر بیٹھنے والے بدقسمتوں کو سورج کے لئے لائق رشک بنا دیا۔ اس عنایات و کرم کا شکریہ ادا کرنے کے لئے زبان کہاں سے لائیں، کہ (سب سے پہلے) ہم سب لوگوں کی معمولی رقم کو قبولیت و پسندیدگی کی نگاہ سے نوازا، اور اس بڑی عزت کا شکریہ کس طرح ادا کریں کہ پھر اس معمولی رقم کے قبول فرمانے کی عنایت کا فرمان جاری فرما کر مٹی میں پڑے ہوئے افراد کو اعلیٰ ترین مقام پہنچا دیا۔

بادشاہ کے عزت و مرتبہ سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔

مگر دیہاتی کی ٹوپی کا کنارہ عزت کی وجہ سے بلند ہو کر آسمان تک پہنچ گیا۔

عید کی خوشی بھی اس مبارک دن کی خوشی کے برابر نہیں پہنچ سکتی۔ عید چاند کے لئے لائق رشک فرمان نے واقفان احوال، ہندوستانیوں کی عزت افزائی کی اور بلند نصیبہ اس مبارک طالع کی وجہ سے پہلو میں نہیں ٹھہرتا کہ ہمارے سعادت نے اس کمزور و ناتواں کو بے مال کے خرید کر عزت و سرفرازی بخشی ہے۔

ہر اک ذرہ میں آفتاب آگیا ہے دریا ایک بلبلہ میں آگیا ہے

ہم گرد و غبار تھے رشک نور ہوئے۔

دور کے رہنے والے قریب اور دروازے پر آواز دینے والے بن گئے۔

بے حیثیت قطرہ نایاب موتی بن گیا

اور بے قیمت ذرہ سورج اور چاند کے برابر ہو گیا۔

افسوس کہ نہ قارون کا خزانہ ہے، جو ہم اس سرفراز نامہ پر نثار کرتے، نہ بخت ہمایوں ہے کہ جس کی مدد سے اس خط کو روح کی جگہ سینہ میں رکھ جان کا نذرانہ پیش کرتے۔ مگر یہ عنایت کیا کم ہے کہ دریا ایک قطرہ کو اپنی آغوش میں لے رہا ہے، اور ہم اپنی ناواقفیت سے ایک قطرہ دریا کے حوالہ کیا تھا، مگر کیا عنایت و کرم ہے کہ (بڑا) دریا ایک قطرہ کو مسرت (اور اعزاز) کے ساتھ اپنے اندر کھینچ رہا ہے۔ ہم اپنی بے وقوفی سے ذرہ کو سورج کے سامنے لے گئے، مگر زہے کرم کہ نظر عنایات سے رشک ماہ و نجوم کئے گئے۔

اے رہنماؤں کے سردار اے خاص و عام کے لئے قابل اتباع اربوسیوں کے نہر (انطونہ) کو عبور کر کے بلقان کے پہاڑوں تک آگے بڑھنے، سردار کرم اور دوسرے سرداروں کی برطانی، اور دریائے نوبل () کے پاس رہنے والوں کے بھاگنے کی وحشت انگیز اور رنج و ملال سے بھری ہوئی خبریں، آپ کے نیاز مندوں اور آپ سے دلی تعلق رکھنے والوں کو ایک کے بعد ایک سننے میں آرہی تھیں۔ ان پریشان کرنے والی باتوں سے جو ناقابل بھروسہ لوگ آپ کے دور افتادہ تعلق رکھنے والوں تک تار کے ذریعہ مسلسل پہنچا رہے تھے اور ان خبروں سے ان کے دل ہوا میں درختوں کے پتوں کی طرح ہل رہے تھے۔ ایسے نازک وقت اور مایوسی کے حالات میں آپ کے گرامی نامہ نے وہ کام کیا، جو آب حیات مردہ جسم کے لئے اور بہار کی بارش سوکھی گھاس کے لئے کرتی ہے۔

مگر کیوں ہم آپ کے ناخریدہ غلاموں کہ ایسی دلی تکلیف پہنچی ہے کہ اگر تار اور خبریں

بھیجے والے اپنے پہلی بھیجی ہوئی خبروں کی تردید نہ کریں اور لشکر عالی وقار کو جوئی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں، ان کی خبریں ہم غمگین اور رنجیدہ دل اصحاب تک نہ پہنچیں، تو میں ڈرتا ہوں کہ رنج و الم کا کاٹنا ہم لوگوں کے دلوں میں اسی طرح زخم کرنے لگے گا۔

ہائے کاش! ہم دور پڑے ہوئے حقیر لوگوں کی مشمت خاک آپ کے در دولت تک پہنچ جاتی، یاد ربار عالی کے تار اور پچی خبریں افسردہ دل کو تسلی پہنچانے والے ہوئے۔ زیادہ لکھنا گستاخی ہے، آپ کی دولت اقبال کا سورج روشن اور چمکتا رہے۔

(ترجمہ: نور الحسن راشد کاندھلوی)

روداد چندہ بلقان

طبع اول، مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۲۹۳ھ

طبع اول کا مکمل عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله المستغفر ونؤمن به ونوكل عليه ونعوذ بالله من شرور النفس ومن سيئات اعمال من
 يهيمه الله فلا مضل له ومن يضلله فلا موفى له ولشبهان لاله الا الله وحده لا شريك له ولشبهان
 محمد اعجبه ورسوله صلى الله عليه واله وسلم بعد ان ين يكرارش ي كاندون روس وغيره سلاطين
 اوو العزم سلطان روم سى بوجه حسد طبع زاد بر سر پر خاش بين - نوبت جنگ و جدال تك بونجي
 هزار باجين تلف ہو گئیں هزار با عورتیں جوہ ہوئیں - هزار با بچے یتیم ہوئی - ان اخبارات وحشت
 آباد کو سنکر - مصر - عرب - تونس وغیرہ میں سى توسیگر و ن آدمی جان سى شریک ہوئی بر آباد ہو
 اوہ ہر روز نى مال سى مدوکی اور سسل نان ہندی ہنی بوجہ در ہندی دلی اطراف وجو انہیں سى
 شل سبى - مدرس - کلکتہ - عظیم آباد - الہ آباد - پٹنہ - لاہور - سکری - اس لشکر سدا سى شہد
 سى ہون اور بیرون اور اس لشکر کی زخمیوں کی لہی ہزار بار و پوہ جمع کیا اسلى یگرارش سى کہ انس
 کر گری میں جس سى ہو سکی نقد بہت شریک ہو کر خدا تعالیٰ کے خوشنودیمین اض ہو - دنیا چند روزیہ و
 بہرہ ملیکا الر سى در وجسى ککو حرارت نہیں آتی تو کیا یہ بات سى باعث سر گرمی ہوں کہ کہ معظریہ میں خانہ کعبہ
 مدینہ منورہ میں رونق ملے مطھرہ جو اس عت و شرف کی ساتھ آہل موجودہ میں تو سلطان روم سى کے
 بدوہ یہ مخالفت ہی اگر خدا نخواستہ سلطان روم کو بوجہ هجوم اعدا اس تنہا یمن شکست ہوئی تو
 نہیں کہو کہ ہر ان مقامات متبرکہ کا کیا حال ہوگا - تمہاری اتنی حوصلی نہیں کہ مہاجر جانان سى و

اسلمی لازم ہی کہ کوئی اس گفتار کی بدلی کہ وہ مسلمان کی بیعت کی لئی اپنی جان
یہاں تک کہ ہزاروں تلف ہوئی اتنا ہی کر کہ تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کر کے ان یتیموں اور یتیموں کی
وہ ان آدمیوں کی ضرورت نہیں تھی ایک ایک ہزار ہزار کے برابر ہے مگر وجہ حضرت جبرین شریفین
شرفاً و خیر گری علما و صلحا و مساجد و دیگر مصارف کثیرہ البتہ روپیہ کی ضرورت ہی۔ علاوہ ان میں
روشن فکرت خود مع اپنی شاہزادوں کی دوزخزد روم کی لڑائی کی لئی چند ہفتے پہلے ہی کیا تھیں
سنکر ہی بغیر نہیں آئی۔ دور دور کے لوگ ترکوں کی ہمدرد اور درمنینین بخار میں گر نکو ہزاروں
خون اور ہزاروں کی یتیم اور بیوہ ہو جائیں خبر یہی نہیں۔ الدری صبر و تحمل اتنے بڑی صدر بہنا
نہ آہ ہی۔ بیرون مجھ کے کسی دین سب کچھ ہو ہی کر کسی محک کی ضرورت ہوتی ہے یہ عرض کرنا
اب ہم سب ہو خواہ ان عام و خاص تمام حاضرین جلسہ کی ہمت کی منتظر اور سس بات کی امید وار ہیں کہ
ہاں اس انجمن سب ہی اہل اسلام شریک ہوئیں گی۔ باقی اگر سوچیں تو یہ کہ سب داسر کارا لگزی میں
ناخوش ہوا و اس سبب ہی پہلے ہی مکہ دینی ترین سواقل تو ہم جانتی ہیں کہ یہ خیال انہیں صاحب کو
جبکہ اصل حال کی خبر نہیں اور یہ قال و نہیں لوگ ہو گا جبکہ دینی کو جی نہیں جانتا۔ دوسرے شہنشاہ
اور سرکارا لگزی کے مخالفت ہی نہیں جبکہ کوئی نہ جانتا ہو علیٰ نقیاس سلطان روم خلد اللہ
و سلطنتہ اور سرکارا لگزی دام اقبال و شوکتہ کا اتفاق اور اتحاد ہی ایسا نہیں جو عوام بظاہر نہ
توروس کی آمد آمد ہندوستان پر شہرہ آفاق ہی جس سے یہ بات عیان ہی کہ روس اور سرکارا لگزی
نہایت درجہ کی عداوت ہی۔ دوسرے اخبارات لگزی اور اردو فارسی اس افسانہ سی بالا مال ہیں کہ سرکارا
روم کی حامی ہے یہاں تک کہ اس لڑائی کے لئی زمینیں روس کا مقابلہ کر لیں و جنگی طیارے ہو رہی ہیں
ان سب کو جانی دے تو دیکھو کہ ہندوستان میں جس قدر حکام عالمی مقام کلمہ اور بیسی اور مداس اور
اور الہ آباد اور عظیم آباد اور پشاور وغیرہ میں رہتی ہیں اس قدر اور کسی مقام میں نہیں رہتی اگر فراموش
معلوم گوانا خاطر سرکارا لگزی ہوتی تو اس اعلان کی ستائشوں ان مقامات مذکورہ میں ہزاروں
اللہ و سلطان روم کی لئی فراخ کیا جاتا۔ یہ اثر محبت سلطان روم اور اتحاد باہمی کا نتیجہ نہیں تو

اور کیون نہوں لندن اور ہندوستان کا راستہ مملکت روم میں ہو کر آتا ہی اگر بامِ مخافت ہوتی تو ہمارے
انگریزی باطنیان خاطر وہاں ہی بہانہ کیا کہوں آسکتی۔ علاوہ برین جبر راکہ و غیرہ میں ہر کار سے
اجازت لیکر یہ کام کیا گیا ہی بلکہ مملکت والوں کی طرف سے بذریعہ اخبارات یہ اعلان ہو گیا کہ سرکار انگلرز
کی طرف سے کوئی شخص اندیشہ مند نہ ہو بلکہ خود سرکار نے روس کو یہ جتادیا ہی کہ باوجود ہندوستانی مسلمان
سلطان روم کی بی تخواہ کی فوج ہے۔ اور بعض سیون فی لندن میں اشعار انگریزی مضمون
لکھی ہیں کہ زمین مسلمان ہندو کو مخاطب کر کے یہ لکھا ہی کہ تمہاری اُن بزرگوں کی ہر بیان جنسی عکس افشا ہے
قبر و نبین بڑی دیکھتی ہیں کہ اس واقعہ میں تم کیا کرتی ہو۔ تم کیسے انکی اولاد و نام لیا ہو تو کو غیر نہیں
آتی کیا کہ مغضیہ کے زیارت سو فوف کراؤ گی القصد سرکار کی طرف سے تو اشتعالک ہی اسبزی بہت ہو کر
تو کسی کی زبردستی نہیں کرے یہی یاد رہی کہ اس کا انجام دنیا و آخرت میں بجز ہشامانی اور کچھ نہ ہوگا

— خداوند قاضی کاجات حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر انک سبکی حاجہ روائی کو تار با تار علاوہ
حاجہ روائی تمہارا خوشنودی خاطر ہے کہ کسی لذتوں کی چیزیں بنائیں اور اس نامہ سے لیکر آج تک ہی
دریغ کیا سے لیکر بانو تک انکھانک کان وغیرہ نزاروں نشتیں ہی دی کہیں ہیں کہ نہ کسی دوکان پر
مل سکین نہ کسی کارگری بن سکین اور زمین سے لیکر آسمان تک بانی ہوا سوج چاند وغیرہ بلکہ خود زمین بنانا
وغیرہ لاکھوں نشتیں دی کہیں ہیں کہ ضرور ہے ہی حدی زیادہ اور پیرازان ہی حدی زیادہ اور نہ کہ
دوکان پر مل سکین نہ کسی کارگری بن سکین غرض خداوند عالم فی اوس نامہ سے لیکر ایسی ہی احسان کی آؤ
جلا جائی اور تمہارا بار حال یہی کہ جان جزائی پرتی میں نہ جان دی سکین نال دی سکین جب ہی
ہندوستان میں اسلام آیا اور سوزی لیکر گئی اسلام کے تقویۃ یا حفاظت کا خرچ یا حرمین خیر لفظین کا تقیر
یا حفاظت کا خرچ کسی مسلمان کی ذمہ نہیں پڑا ایک یہ خرچ آیا ہی سوا دین یہ پہلو تھی ہے کہ خود اسی جبار و
کیا اوسکی اون احسانات بی پایان کا یہی بدلہ ہی کیا اوسکی اون انعامات ہیران کا یہی صلہ ہی کیا اوسکی
اوسکی کام میں دریغ اس سے زیادہ اور کیا سچائی ہوگی خدا کی کام میں بہانہ مت کرو ایسا نہو خداوند عالم
کسی بہانہ ہی اپنی احسانوں میں دریغ کرنی لگی اسوقت ضرورت میں اس مصروف سے بڑھ کر کوئی مصروف نہیں

اگر خدا نخواستہ روس فتحیاب ہوا تو پھر خالاک حرمین شریفین ہی اظہارِ اوسکی کہوڑوں کی پامال ہوتی نظر آتا
 ہی ہر صورت میں کیا کسی صاحبِ فہم و دیندار کے خیال میں یہ بات اسی کی ہے کہ اور کوئی مصرف اس صرفی نہ
 بہتر سے تمیز سا جد نہ ہوگی تو کیا ہوگا مسجد کی کون سی کمی ہی جو اور ضرورت ہی پہلی ہے ہزاروں ویران مری شہر
 اور اگر ضرورت مسجد ہو ہی تو کہیں اس ضرورت کی ہر گز ہو کہ اندیشہ مال خاک حرمین شریفین ہر ہر اکابر
 و مشائخ کے اگر نہ اہل لای گئی تو کیا ہوگا ایسا وقت کی کہا نہیں کیا زندگانی جادوئی میرا آتی ہے اور ایک وقت
 کہا ہی تو کیا کیسے موت کہا ہی جاتی ہے اور اگر ضرورت ہو ہی تو کیا اس سے زیادہ اندیشہ نہ ہو گا کہ اگر بالفرض
 ہو کہ وہاں کسی کی جان تلف ہو گی تو ایک مسلم تلف ہو گیا یا دس میں سوچیں اس تلف ہو گئی برخلاف
 اگر روس غالب گیا تو یوں کہ چند روز میں اسلام رو میں سی اور وہ گیا اور اگر یہ بات میں محض خالی معلوم
 میں اور اسوہی قابلِ اعتبار نہیں تو خود قرآن کو دیکھ لیجی اوس میں فرمائی ہیں اجماع نہایت اکابر و عظام
 احکام الہام ان آیات میں معلوم ہوتا ہی کہ تمیز سا جد اور حجاج کو پانی بلا جاہاد کی براہ میں ہو سکتا ہی مگر چند
 مالی ہو جاتی اوس سے بڑی ہی اب خیال فرمائی خدا کی کانون کی خبر گیری اور خدا نکر اسی کیونکر برابر ہو سکتی
 میں اور جب وہاں ہی ہر گز نہیں تو سا کہیں تو کس شمار میں ہیں کیونکہ ہمارا ہی اوسا بیٹوں کی خبر دے سکتی
 نزدیک ہی افضل اور دنیا کی نزدیک ہی افضل مگر اور ہمارے ہی خدا کی ہمارے ہی حجاج افضل سبب اونی ہی یہ
 افضل ہوا تو اور کس شمار میں ہی علی الاقویاس تمیز سا جد احرام جب اس مصرف کی برابر نہ ہو تو اور سا جب
 کیا ذکر ہی بہر حال عقل ہی دیکھو یا عقل ہی یہ مصرف سب مصرفوں ہی افضل ہی خاص کہ جب یہ لحاظ کیا جا
 کہ شوکہ اسلام اور مقابلہ حرمین شریفین اس زمانہ میں سلطنتِ روم کی ساتھ ہی اگر خدا نخواستہ یہ سلطنت
 تو اس کی شوکہ ہوگی اور حرمین کی عزت ہوگی تو پھر یہ امداد ہر عقل والی کو فرض معلوم ہوگی اسی کیونکہ
 کہ اگر خدا کی عنایت کی امید و ارادہ اوسکی جیسا کہ علیہ السلام کے شفاعت کے خواستگار ہو تو حرمین شریفین کے
 میں خانہ میں ہی ہر دور و اکل بجایا نہ ہو کہ ہر کمرہ اور دن ہی نہیں فرمائی تو خدا اور رسول
 علیہ السلام ہی شہر لایوں نامہ ہی مال جو نامہ کا میں ہے نہیں چھوٹا تو اون سے ہی بچوں کی آمد و زاری
 رحم کر دینا ہی باب خدا کی راہ میں خالک و خدین مہرب مہرب کر گئی اور بیوقوفی کیسے ہے ہر قسم کی

از قصیدہ گلشنی مطلع بدست حضرت مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب
میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب
میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب	از مولوی ابی نور محمد بن محمد از قصیدہ گلشنی مطلع بدست مولانا صاحب
میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب	میدر و انصاف صاحب
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵

برای علمای

ارسال نقد و محنت جناب سر شریف حسین حبیب صاحب علم

برای علمای

بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲
موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲
موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲

برج سقز

۱۳

مندرجه رسیدات البین رسید سوم

بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲
موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲	بازج ۱۲۹۲
موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب	موضوع سید احمد صاحب
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲

اول
رسید

نقل سیدات جناب سرشہنشاہ دولت علیہ غیاثیہ حسین آبادیہ
سفیر بانو قیصر حضرت سلطان و مخلص الملک تقی میری

جناب فضائل آب حاجی محمد عابد صفا و جناب سوکو محمد یعقوب صفا و مولوی محمد قاسم صفا و سوکو محمد رفیع الدین صفا
مہتممان مدرسہ عربی دیوبند سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام سنون الاسلام موصوع باور کہ مکتوب
بہجت اسلوب آن حضرات مع سبیل کینہ اردو صدر و پیر لٹ بنگالی کہ برابر سال آن باب عالی بار
مجر و صین داینام دار اہل عساکرہ منصورہ صرف شود در رسول بود موصول گردید حقیقتہ مع حاجی حبیب
آن حضرات کہ بمقتضای حریت دینیہ بطھور آمدہ سخی ممنونیت و مشکوبت است و بحول اللہ تعالیٰ سبیل مذکور
حاجی خوش پیش باب عالی تبلیغ میکنم و رسیدی کہ از آن جامی رسد و عقب موصول آنحضرت خواہند در درجہ
ہم نشر خواہد گردید و بچنین ہر سبیل کہ جب تحریر ایشان رسیدہ باشد انشاء اللہ تعالیٰ مع الافتخار در تبلیغ
در لیج نخواہد رود و از یادہ والسلام مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ

حسین

رسید دوم

جناب فضائل آب سوکو محمد قاسم صفا و مولوی محمد یعقوب صفا و مولی محمد رفیع الدین صفا و محمد عابد صفا مہتممان
مدرسہ عربی دیوبند سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام سنون الاسلام شہود باور کہ سبیل دوم صدر و پیر
اعانتہ عساکر قسطنطنیہ کہ ارساں فرمودند موصول گردید و روانہ کردہ شد خاطر شریف جمعا زائد و باریک
تہر با نیا کہ بہ نسبت سن فرمودہ اند گوئیہ لبسان حال سن الظہار بزرگی و شرف خود فرمودہ اند ازین دلالتا توفیق
میزد گرداناد و والسلام ۱۶ صفر اخیر ۱۲۹۹ھ



نقل سید سوم

نمبر ۱۱۴۹



حضرت فضائل سات جناب مولوی محمد سید قاسم صاحب و جناب مولوی محمد رفیع الدین صاحب و جناب
مولوی محمد یعقوب صاحب و جناب حاجی محمد عابد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ رحمہم اجمعین انحضرت مع رقم نمبر صد
و چیل و پیر و پیر نقد کہ مع مضامین نور ہند و مسرت و مسرور و پیر و یک آنہ و شہد و موصول گردان
و باعث خوشنود و پاشا ایزد تعالیٰ فائز اجر جزیل و ذکر جمیل کن و و چنانچہ معلوم است رقم چہار و صد
کہ اصل دو دفعہ کرد و دستاورد و موصول دار الخلافہ شدہ و مجلس عائدہ حریر پیر و شد چنانچہ بعضین
آن در اخبار الخلافہ در عدد و ہفتم مسطور شدہ و یقین کہ از ملاحظہ عالی ارشاد باشد و این رقم
مع رقم دیگر کہ از اطراف ہند و ستان رسیدہ کہ بخجہ آن بجا ہزار و پیر و سترہ جناب بعلی القاب
لواب متادالی را بہرورت عنقریب رسول خواہند و رسیدہ صاحب رسیدہ خواہند خاطر شریف
جمع دارند و السلام فی ۵ جمادی الثانی ۱۲۹۴ھ حسین

نقل سید چہارم

۵۳۰
۱۶۰



جناب حمیت و فضیلت آب مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد رفیع الدین صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب
و مولوی محمد عابد صاحب ہمتان مدد اسلامہ عربی دیوبند سلمہ اللہ تعالیٰ رحمہم اجمعین بعد اسلام علیکم رحمۃ اللہ
و برکاتہ موضوع خاطر باد کہ رقم کریم مورخہ و ہم شہر جہاد الاولیاء علیہ عجلت عنہ مع بارودہ قطعات کرنی
نوت تعدادی ہفتصد و پنجاہ و پیر و پیر حبت نقیض فرما کہ از روی حمیت دینی و ہمدردی و ہمدردی

اسلام برای مجروحین و ایام عساکر حضرت آثر حضرت نعل ایی مرسول بود موصول گردید انشاء الله
مذکور صلح الافخر تبارخ ۵۶ جون روان محل مقصود ارسال خواهم داشت و رسید که از باب عالی میر
و عقب فرستاده خواهند شد

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی احوال و کمالات، مکتوبات، علوم اور متعلقات

عزیز و دوست
عزیز و دوست
عزیز و دوست
عزیز و دوست

والسلام المرقوم یکم جماد الآخر ۱۲۸۳ هجری مطابق ۱۳ جون ۱۸۶۶ م



نقل سید نجم
۵۲۱
۱۴۱

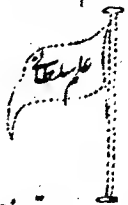
جناب محبت تاب ادا علی بن صاحب ملک کارخانہ شکر سہا رنجور رسالت باشند
بعد سلام منون موصوح آنکه مرسل جناب یعنی رقم شصت و شش روپیہ و واژه آنکه برای عصاره قیون
و دیوان عساکر حضرت آثر حضرت خلافت بنای که از راه جمعیت دینی مرسول بود و وصول گردید انشاء الله
الغرض صلح مذکور تبارخ ۵۶ جون روان محل مقصود روانه خواهند شد و رسید که از باب عالی می آید متنا



فرستاده میشوند والسلام المرقوم ۱۳ جون ۱۸۶۶ م

جناب فضائل ناب مولوی محمد قاسم صاحب دموکو محمد رفیع الدین صاحب دموکو محمد یعقوب صاحب دماج محمد عابد صاحب
مهمان مدرسه اسلامیہ دیوبند و الکرین انجمن تائید مجروحان و ایام و اراذل عساکر سلطانی سلم اندیشانی
که رقم شصت و شش روپیہ و واژه آنکه مرسل جناب یعنی رقم شصت و شش روپیہ و واژه آنکه برای عصاره قیون
و دیوان عساکر حضرت آثر حضرت خلافت بنای که از راه جمعیت دینی مرسول بود و وصول گردید انشاء الله

کرده آید و رسید چو خان صاحب علی حجب و خواست حضرت صاحب یان مکتوب فرستاد و شد و رسید
فقط اول که عبارت از دوازده صدر و پید و گویا در صدر و پید بود از باب عالی سیده و بان بزرگواران
مع محظوظیت نامه ذات جلالت سمات صدارت پناهی روانه گردیده امید که دیدنش باعث مسرت خواهد
نیاورد و تقدس و تعالی اجر جزیل رحمت فرماید والسلام فی ۲ رجب ۱۲۹۵ هـ
سرش بهندرو دله علیہ
عثمانیہ در بلخی



نقل رسید سفتیم ۶۳۳۲ ۲۸۴

جناب حیات ناب جوینخا صاحب سلامت باشند رقم سفتا و چهار و پید و نه آنکه معرفت
حفات فضائل سمات جہتسمان مدنیہ سلاسیہ دیوتیہ رسول بود و موصول گردید خاطر شریف حمدارند
انشاء اللہ تعالی مع الایمان التامہ بر باب عالی فرستاده خواهد شد تا به مجلس اعانتہ حریہ سپرده آید و در دفتر
مذکور صرف کرده شود و رسید بن مذكور چنانکہ میرد فرستاده خواهد شد و والسلام فی ۲ رجب ۱۲۹۵ هـ
سرش بهندرو دله علیہ
عثمانیہ در بلخی

واضح ہو



و دفتر خاص باب عالی شاہنشاہ علی سلطانی و مخلصہ اللہ علیہ
رسیدات اکبرین چونکہ وہ زبان ترکی میں ہیں اور کمال فطرت و تفہیم و شوارہی اسلمی اور نہیں نقل
نہیں کیا لکن شکر یہ وزیر اعظم سلطنت روم باب عالی می ایجاب فرمایا و ولایا اور با اقتضای ہندوستان نقل کر دیا

شکریہ از جانب تہذیب و علم صدر اعظم جناب ابراہیم اوہم متابہا لالہ ازل علیہ السلام

جناب مدرسان مدرسہ دیوبند سب سے ہر روز فضیلت امان جاتا
اعانتہ نقدیہ ہجرت اولاد و عیال عساکر شہداء و شہادت شہیدہ ہونڈ
پیش اینین فراہم آورده از شتان فرمودہ ہونڈ تاجی و صل گردید و برای توزیع آن بابر باب استحقاق بچین

مخصوص نسیم نموده شد و اینست فتوحنامه که مجروحان غریت و غنیه و حمیت اسلامیة شما بوقوع آمدن آن بمه و کلاه
دوله علیه عثمانیه فرحناک گشته و علی الخصوص بدرجه کمال باومی خوشنودیت این مخلص سیراگر دیده است
مصلح رسول علاوه بر آنکه باضطراب محتاجین تحقیقی بهم رسانید و کسانیکه ازین اعانتة حصه داشتند بیک
ماده مالک بعید بپند و ستان برادران دینی هستند که بر حال بر ملال بچشم تاسف نگاه میکنند و خبر شکسته
و دشمنان دین خورده بمهرم تسلیمت می نمایند اظهار فرید شکر افست کردند و اشک رقت ریخته حصه خود
شانرا گرفتند بنا برین انجناب رب سبحان که تفسیر و تظہیر بکند که ان است التماس آن دارم که سبب حسن ثواب
ملک نوشته در دنیا و عقبی مظهر اجر جزایان شید و السلام و جمادی الاولی ۱۲۹۸ هـ عن دار الخلاء و العیاد



شکریہ بحواب شکریہ از جانب مولو محمد رحیم صاحب دین و علم و فضل و کرم و عفو و درود

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده ونصل على رسول الله الكريم

رفعت آب فلک قباب و الامنا صلب عالی مراتب حامی دین متن معین شرح حسین کیوان مقام مرتجع
 حاتم سخاوت رسم شجاعت لجام املاد فقراد مسطور عظم صدر عظم لزال ظل کره مدد و داد و خشنود
 نیاز لیکنان اخلاص مند و سینه زیشان در و مند جلقه گبوشان درم ناخرید و آرزو مند نان و دیر غوار
 دور افتاده و زلال دل بباد داده تسلیمات سنو نه را بهر نیاز و سوز نه دراز آینه و تعطیلات مکنو نه
 از معدن صدق و صفا و اخلاص انگشته بعرض ابرامان در دولت و غنم ملاحظه حاشیه نشینان
 بارگاه شکوه زیر ساند و زنجیر و بندهم رجبی علی صاحبها الف الف صلوة فرمان والا
 که پیچ نامه اعمال صحابا الیهین کی بخش دلباهی اندر دین بود و زوال اجل اسیر و شتم و لیکنان برگزیده
 حال فرمود و روانی بمیدار از خاک ذلت آسمان عزت رسانید و خاک نشینان تیره بخت را زینت بخشید
 جهان تاب گردانید و شکر این منته علی از زبان انجلی ایتم که اول ستیغ غیل پیاکان بسیل رازیر نگاه قبول
 جواد و وسپاس این عنایه عظمی که نگذا ریم که باز با سال فرمان غیل تصدق قبول تا غیل افتادگان

(ضمیمہ روداد چندہ بلقان)

تمہید اس تحریک کے موقع پر حضرت مولانا محمد قاسم نے ایک مفصل خط بھی تحریر فرمایا تھا جس میں حضرت مولانا نے اس جہاد کی اہمیت ترکوں کے تعاون کی ضرورت اور خصوصاً مالی امداد پر متوجہ فرمایا تھا، یہ خط ایک عرصہ تک محفوظ رہا۔ تحریک خلافت کے دور (۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء) اصل خط کہیں سے دستیاب ہوا تھا، جس کو دیکھ کر حضرت مولانا کے فرزند، مولانا حافظ محمد احمد اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نے تصدیق کی تھی کہ یہ خط حضرت مولانا محمد قاسم کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ یہ خط اور فتویٰ بھی حضرت مولانا کی اس تحریک کا ایک اہم حصہ ہے اور اس کا جنگ بلقان کی روداد اور متعلقہ معلومات کے ساتھ مطالعہ ضروری ہے۔

اگرچہ یہ خط تحریک خلافت کے دور میں کئی مرتبہ چھپ چکا ہے، اصل خط کا عکس اس کا اردو ترجمہ بھی کئی سیاسی کتابچوں کے ساتھ چھپا ہے، مگر وہ سب اشاعتیں اور کتابچے بھی کم یاب ہیں۔ اس لئے اس خط کو یہاں روداد چندہ بلقان کی ضمیمہ کے طور پر شامل کرنا مفید ہو گا، زیر نظر نسخہ کی بنیاد وہ قلمی نسخہ ہے جو حضرت مولانا کے شاگرد اور فدائی مولانا عبدالغنی پھلوا دی نے اپنے بھائی مولوی محمد ابراہیم صاحب سے نقل کرایا تھا۔ یہ نقل قبلہ نما کے ان اوراق کے آخر میں درج ہے جو قبلہ نما سے نکال دئے گئے تھے اور کبھی شائع نہیں ہوئے۔

نیز جس زمانہ میں جب یہ تحریک چل رہی تھی اس وقت علمائے دیوبند نے خلیفہ المسلمین سے اپنی وابستگی اور دلی جذبات کے لئے اظہار کے لئے خلیفہ المسلمین کی مدح میں کئی قصیدے لکھے تھے، منجملہ اور قصائد کے سات قصیدے ”قصائد قاسمی“ کے آخر میں شامل ہیں۔ یہ قصیدے اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

۱۔ پانچ قصیدے عربی میں ہیں، جس میں دو قصیدے مولانا ذوالفقار علی صاحب کے اور ایک ایک حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کا ہے۔

۲۔ فارسی اور اردو دونوں میں ایک ایک قصیدہ ہے، یہ دونوں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے کہے تھے (حضرت مولانا کے لکھے ہوئے عربی قصیدہ کا اصل نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے)

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بلسلسلہ جنگ روس و ترکی

مخدوم و مکرم مولوی احمد سعید صاحب مدظلکم

کمترین محمد قاسم سلام مسنون عرض می کند۔ عنایت نامہ دریں خرابا آباد نانوتہ نام است و مسقط الراس
ایں کمترین، نزد کمترین رسید۔ دیر و زرسیدہ بود و امروز جوابش روانہ می کنم، یارب! بخدمت سامی برسد۔
مولانا بنده نہ عالم است نہ عالم زادہ، فقط تہمت علم بنام من زدہ اند، بایں ہمہ سامان علم بدستم ہیچ
نیست، بدیں وجہ گاہے جرأت افتاء و تصدیق فتویٰ نمی کنم، نہ خود می نویسم، ونہ برنوشته دیگران
مہر و دستخط می نمایم، مگر چون مضمون مرسل جناب از اہم مسائل دینیہ فی زماننا بود، از جوابش پہلو
تہی کردن رواندیدیم، ہرچہ بہ ذہنم آید زیر دامن سوال جناب ثبت کردم، اما ترسم بوجہ بے علمی
و عدم سامان خطا کردہ باشم، مگر چون امید است کہ از ملاحظہ علمائے کبار خواہند کہ گذرانند، چہ
باک! اگر غلطی کردہ باشم اوشاں اصلاح آں خواہند فرمود۔

پیشتر ازیں بہ تکلیف بعضے اصحاب دریں بارہ مضمون طویل رقم زدہ بودم، مگر ایندم نہ اصلش
موجود است ونہ نقلش پیش نظر، اگر موجود بودے برائے ملاحظہ ارسال خدمت می کردم، انشاء
اللہ در باب ترغیب چندہ قدر کافی می شد۔ واللہ المستعان

معروضہ، دہم شعبان، روز سہ شنبہ ۱۲۹۳ ہجری

ترجمہ مولانا احمد سعید صاحب

کمترین محمد قاسم سلام مسنون عرض کرتا ہے، عنایت نامہ اس ویران بستی میں جس کا نام
نانوتہ ہے اور اس ناچیز کا وطن ہے، ناچیز کے پاس پہنچا۔ کل خط ملا تھا، آج جواب روانہ کرتا ہوں،

یا اللہ! مولانا کی خدمت میں پہنچے۔

مولانا! بندہ نہ عالم ہے نہ عالم کا بیٹا، صرف علم کی تہمت میرے نام سے لگادی گئی ہے اور اس کے باوجود غلم کا کوئی بھی سامان میرے پاس نہیں ہے۔ اس وجہ سے میں کبھی فتویٰ دینے کی اور فتویٰ کی تصدیق کی جرأت نہیں کرتا، نہ خود فتویٰ لکھتا ہوں، نہ دوسروں کے لکھے ہوئے فتوے پر دستخط کرتا ہوں، مگر چوں کہ جناب والا کا بھیجا ہوا مضمون، ہمارے زمانہ کے اہم ترین دینی مسائل میں سے تھا، اس لئے میں نے اس کے جواب سے پہلو بچانا مناسب نہیں سمجھا اور جو کچھ میرے ذہن میں آیا، جناب کے سوال کے نیچے لکھ دیا۔ مگر ڈرتا ہوں کہ اپنی بے علمی اور سامان علم (وفتویٰ موجود) نہ ہونے کی وجہ سے میں نے (کچھ) غلطی کر دی ہو، مگر کیوں کہ امید ہے کہ (یہ جواب) بڑے علماء کے ملاحظہ سے گزرے گا، اس لئے کیا ڈرا اگر میں نے غلطی کر دی ہوگی، وہ اس کی اصلاح فرمادیں گے۔

اس سے پہلے بعض اصحاب کی فرمائش و اصرار کی وجہ سے میں نے اس موضوع پر ایک لمبا مضمون لکھا تھا، مگر اس وقت نہ اس کی اصل موجود ہے نہ نقل سامنے ہے۔ اگر موجود ہوتا آنجناب کے لئے روانہ کرتا، انشاء اللہ (زیر نظر خط بھی) چندہ کی ترغیب کے کافی ہوگا۔

سوال بسلسلہ حمایت ترکی و چندہ بلقان

کیا فرماتے ہیں علماء دین، اس باب میں کہ، بالفعل کفار روس نے بہت زور شور سے حدود اسلامیہ یعنی سلطنت اسلامیہ روم پر ہجوم کیا ہے اور ہجوم کفار روس کا صرف واسطے ترقی و تائید اپنے مذہب اور کسر شوکت اور سطوت اسلام کے لئے ہے، جیسا کہ تحریرات و تقریرات زار روس سے بخوبی اظہر ہے اور اثر اس جنگ کا حسب تقریرات زار روس بلاشبہ حریم شریفین زاد ہما اللہ شرفائے تعلق رکھتا ہے، یعنی بنظر اراد ہائے روس در صورت نسبت حریم شریفین کے پایا جاتا ہے۔

اور از جانب سلطان روم نفیر عام کا بھی ہونا حسب قواعد شرعیہ بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے، چنانچہ تقریرات حریم شریفین اور تحریرات سفیر روم جو کہ واسطے اطلاع کافہ مسلمین ہند و غیرہ کے بطور اعلان درج اخبار کے گئے ہیں اور بیان حضرت شیخ الاسلام اور تشریف لانا سفیر روم کا

واسطے استعانت کے امیر کابل وغیرہ جملہ اقوام جنگ جو کے پاس اس پر بخوبی شاہد ہیں، پس ایسے حالات میں اعانت روم کی اہل اسلام پر فرض عین ہے کہ نہیں؟ مینوا تو جرو! فقط

جواب از حضرت مولانا محمد قاسم

حسب ارشاد آیت کریمہ:

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ

جو لڑتے ہیں تم سے

يَقَاتِلُونَكُمْ (بقرہ ۱۹۰۔)

دریں صورت یورش کفار جہاد فرض ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس جس صورت میں مسلمانوں

کی طرف سے بوجہ ضرورت مدد طلب کی ہو تو موافق ارشاد آیت کریمہ:

اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَالَكُمْ إِذَا قِيلَ

جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے

لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَثَاقَلْتُمْ إِلَى

ہو زمین پر۔ کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر

الْأَرْضِ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ

آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا۔ دنیا کی

الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي

زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں، مگر بہت تھوڑا۔

الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (توبہ ۳۸۔)

و نیز حسب ارشاد آیت کریمہ:

اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ

کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں، جب تک

يُهَاجِرُوا مَالَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ

وہ گھر نہ چھوڑ آئیں اور اگر وہ تم سے مدد

مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا (۱)

چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے ان کی مدد

وَأِنْ سَتَنْصَرُّوَكُمْ فِي الدِّينِ

(۱) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ دار الحرب سے باوجود ضرورت جہاد ہجرت نہ کریں، وہ لوگ ایک وجہ سے

کفار کے حکم میں ہیں، کیوں کہ سورہ برآۃ میں یہ ارشاد ہے: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ الْخِیَارُ اور سورہ انفال میں یہ ارشاد ہے: وَالَّذِينَ

آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَالَهُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا (۱) جب وہ لوگ اولیاء کے زمرہ ہی میں ہوئے تو یوں کہو مومنوں کے

زمرہ ہی سے خارج رہے۔ پھر باوجود اس کے در صورت طلب نصر انکی مدد اور نصرت فرض ہوئی اور اس نام کے ایمان کا لحاظ

کرنا چاہیے اور اس دینی نبھانا ضروری ہو تو مجاہدین کی امداد در صورت استمداد کیوں کر نہ فرض ہوگی۔ (حاشیہ حضرت مولانا)

فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ (انفال ۷۲)

کرنی، مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ
میں اور تم میں عہد ہو۔

میثاق جہاد کو جانا اور مدد کرنا فرض ہو جاتا ہے خاص کر یہ لحاظ کیا جائے کہ کفار ایک دوسرے
کی مدد کے درپے ہیں، اول تو اس صورت میں حسب ارشاد:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي
الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ (انفال ۷۳)

اور جو لوگ کافر ہیں، وہ ایک دوسرے
کے رفیق ہیں، اگر تم یوں نہ کرو گے تو فتنہ
پھیلے گا ملک میں اور بڑی خرابی ہوگی۔

مقتضائے غیرت یہ ہے کہ ہم خاموش بیٹھے دیکھا کریں، اور نہ مقتضائے ایمان و اطاعت
خداوندی یہ ہے کہ درلج کریں۔

علاوہ بریں حسب اندیشہ یہ ہو کہ خرین شریفین خاص کر مسجد حرام کفار کے قبضہ میں
آجائیں، چنانچہ اس لڑائی میں اگر خدا نخواستہ مسلمانوں کو شکست ہوگی تو یہی نظر آتا ہے، تو اس
صورت میں موافق ارشاد:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا
الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا
وَأِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيَكُمْ
اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (توبہ ۲۸)

اے ایمان والو! مشرک جو ہیں سو پلید ہیں؛
سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے اس
برس کے بعد، اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو
آئندہ غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے۔

مدافعت کفار اور بھی فرض ہو جاتی ہے۔

الغرض اس لڑائی میں امداد حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ و سلطانہ تین وجہ سے فرض ہے،
اول تو بوجہ پورش کفار، جس پر آیت اول دلالیت کرتی ہے دوسرے بوجہ طلب مدد، جس پر آیت
ثانی اور ثالث دلالیت کرتی ہے، تیسری بوجہ اندیشہ بے حرمتی حرمین جس پر آیت رابع دلالیت

کرتی ہے، مگر چوں کہ فرضیت بوجہ ضرورت ہوتی ہے خواہ بخیال یورش، یا بہ لحاظ طلب مدد، یا باعث اندیشہ بعزت جرم محترم اور [اگر] اخبار متواترہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی مورچوں پر فوج اسلام بقدر کافی ہے تو ہم کم ہمتوں کو دربارہ امداد جاتے تو ایک ظاہری بہانہ ہے، دیکھئے قیامت کو بھی یہ بہانہ چلتا یا نہیں؟ خدا کی وسعت مغفرت اور عموم عفو کے بھروسے اس بہانے اگر کو تاہی نہ ہو تو کیا عجب ہے قیامت کو در گذر ہو جاوے، ورنہ ظاہری بہانہ پھر بہانہ ہی ہوتا ہے۔ مبادا اس بہانہ کے مقابلہ میں ادھر سے بھی دار و گیر دنیا اور آخرت میں بہانے ہونے لگیں اس پر بھی امیر کامل وغیر ہم خواتین خراسان کے ذمے ادھر سے یورش کے معلوم ہوتی ہے تاکہ روس کی قوت منتشر ہو جائے، اور ادھر کی فوج اس طرف امداد کفار کے بھی نہ جانے پائے، اور عجب نہیں ارسال سفیر باتو قیر سے ہے یہی غرض ہو۔

علاوہ بریں اہل ہند کی دلاوری معلوم، ایسے محاربات سنگیں میں ایسے نامردوں کا ٹھہرنا سخت دشوار نظر آتا ہے۔ پھر اس صورت میں سود و سہرو پے خرچ کر کے جانے کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ بھاگیں اوروں کو بھگائیں، اس لئے کیا عجب ہے کہ یہاں کے لوگوں کا جانا منتظران جنگ کو پسند آئے اور نہ ان سے توقع آمد آمد ہو۔ جو احتمال طلب امداد جانے ہو اور خواہ مخواہ ان کی خدمت میں عرض کیجئے کہ آرام خانوں سے نکلئے، گرم سرد زمانہ چکھئے، امداد کی طلب ہے، امداد فرمائے۔ مگر صرف مال سے کونسا بہانہ مانع ہے، ضرورت درجہ اضطراب کو پہنچ گئی ہے، دوست دشمن سب اس بات میں ایک زبان ہیں اور جب ضرورت تو تینوں وجہ سے فرضیت کا ہونا یقینی ہے بلکہ بمقابلہ اس کو تاہی کے اس امداد جانے کے لئے ایک قدم پھر بھی نہیں سرکا جاتا، امداد مالی میں اور اضافہ چاہئے تاکہ کچھ تو تلافی مافات ہو، ورنہ یوں تو سراسر ہلاکت و خسران دارین ہے، کیا عجب بات ہے کہ آیت:

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا

اپنی جان کو ہلاکت میں۔

بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (بقرہ ۱۹۵)

میں تو اس طرف اشارہ ہو کہ جہاد جانی کے ساتھ جہاد مالی بھی کرو اور مال بچا کر ہلاکت میں مت پڑو، اور یہاں دونوں سے جواب صاف ہے بہر حال انفاق فی سبیل اللہ وقت ضرورت فرض

ہے، چنانچہ یہ آیت، بھی اس کی فرضیت پر شاہد ہے۔ اس پر بھی ہمت نہ کی جائے تو قطع نظر اس کے اس کو تباہی (میں) دارین کی رسوائی ہے۔

بے غیرتی کتنی بڑی ہے کہ عورتوں کو بھی مات کیا، عورتوں سے اگر جہاد بدنی نہیں ہو سکتا زیور وغیرہ دے کر جہاد مالی میں تو شریک ہو جاتی ہیں، کیا ہندوستان کے مردوں سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہاتھ پاؤں میں زیور نہیں، تو صندوقوں میں تو زور ہے، یہی سہی۔

اے مسلمانان ہندوستان کی مردانگی و دلاوری تو شہرہ آفاق تھی، ہندوستان کا بخل تو شہرہ آفاق نہ تھا، مگر تمہاری اس کم ہمتی سے یوں نظر آتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان اوروں کی نظریہ بالکل بیٹے ہی ہو جائیں گے۔

اور خیالات کہ یہ لڑائی دنیوی ہے دینی نہیں، نہ دینے کے بہانے ہیں۔ کسی کی نیت کا حوالہ سوائے خدا تعالیٰ کون جانے۔ ہمارے تمہارے نماز روزے کو اگر کوئی دنیا کے لئے کہنے لگے ہم تمہارے نہیں تھمتے، پھر ان کے جہاد کو کس منہ سے یوں کہتے ہو کہ دنیا کے لئے ہے۔

اگر نماز اس کا نام ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑا ہو رکوع کرے سجدہ کرے، جہاد اس کا نام ہے کہ مسلمان کفار سے لڑیں۔ اگر اس میں اچھی نیت کی ضرورت ہے تو نماز میں بھی اچھی نیت کی ضرورت ہے، اگر ترکوں کی نیت اچھی نہیں تو تمہاری نیت کیوں کرا چھی ہو گئی، ان کی نیت کی برائی کیا کیادلیل اور تمہاری نیت کی بھلائی کی کیا سند؟

علاوہ بریں ہندو معمار کو تعمیر مسجد کی اجرت دینے میں تو ثواب ہو کسی طالب دنیا مجاہد کے دینے میں کیا ثواب نہ ہوگا، اگر معمار کے ہاتھوں دین کا کام ہوتا ہے اور خانہ خدایتیار ہوتا ہے تو مجاہدین کے ہاتھوں سے دین خدا قائم ہوتا ہے اور قائم رہتا ہے۔

اول تو مقتضائے عبادیت یہ تھا کہ رضائے خدا کے لئے جان نثار کرتے، نہیں مال ہی نثار کرتے۔ یہ نہ تھا تو ثواب ہی کے لئے کرنا تھا ثواب کی رو سے بھی صرف جہاد حسب ارشاد آیت:

أَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ
کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَجَهَدْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

کے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں، یہ برابر نہیں
ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ رستہ نہیں دیتا ظالم
لوگوں کو۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا
وَجَهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ أَغْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ
وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ
رَبُّهُمْ بِرَبْحَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتِ
لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ.

جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے
اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ان کے
لئے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو
پہنچنے والے ہیں، خوشخبری دیتا ہے ان کو
پروردگار ان کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور
رضامندی کی اور باغوں کی جن میں ان کو آرام
ہے ہمیشہ کا، رہا کریں ان میں ملام، بیشک اللہ کے
پاس بڑا ثواب ہے۔

(توبہ آیت ۱۹ سے ۲۲ تک)

صرف تعمیر مساجد اور خبر گیری مہمانان خدا سے جو اپنے لئے مہمانوں اور عام مساکین سے اول
درجہ میں ہے کہیں افضل ہے بایں ہمہ موافق ارشاد آیت:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (توبہ ۱۱۱)

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی
جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے
لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں۔

ہمارا جان و مال جو پہلے ہی بد لالت:

وَلِلَّهِ مَافِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
خدا کا تھا بروے ظاہر بھی خدا کا ہو چکا اور چوں کہ غرض اصلی اس خریداری سے بد لالت
یقاً تلون فی سبیل تائید جہاد تھی، تو ایسے وقت میں اس کام میں در لبع کرنا ایسا ہو گا جیسا کوئی بادشاہ
لڑائی کے لئے میگزین رغبت کے لوگوں سے مول لے اور وہ لوگ لڑائی کے وقت اس میگزین کو

باوجود کہ تیار ہو بادشاہ کو نہ دیں، تمہیں کہو کہ اس جرم کی کیا سزا ہے، اور یہ جرم کتنا بڑا ہے؟
اعلم و علمہ اتم!

تمت بالخیر

معروضہ دہم شعبان ۱۲۹۴ھ روزہ شنبہ



(تاریخ نقل: ۲۶ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۹ ہجری نبوی روز پنجشنبہ کو یہ تحریر فتویٰ کی نقل فراغت پائی بندہ حقیر محمد ابراہیم غفرلہ پھلاودہ)

وضاحت: اصل مکتوب میں آیت کے حوالے اور ترجمہ نہیں تھا، تمام آیتوں کے ساتھ شیخ الہند مولانا محمود حسن کا ترجمہ لکھ دیا ہے۔
(نور)



فلندرمیل تقریرے ندارد
بجز ایں نکتہ اکسیرے ندارد
ازاں کشت خرابے حاصلے نیست
کہ آب از خونِ شبیرے ندارد